# مسلمان تاجر

تالیف

حضرۃ مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب دامت برکاتھم

خلیفۂ مجاز

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب

تلمیذ رشید

حضرت اقدس مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی





مسلمان تاجر کے اوصاف کیا ہیں؟

ٹائرز کے مروجہ کاروبار سے متعلق درجنوں سوالات کے مدلل جوابات

شرکت کے بعض ضروری مسائل

مضاربہ کے بعض ضروری مسائل

ناشر

جامعہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم

مدنی کالونی، گریکس ماری پور، ہاکس بے روڈ، کراچی

موبائل: 0333-2226051

# مسلمان تاجر

تالیف

حضرۃ مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب

خلیفۂ مجاز

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب

تلمیذ رشید

حضرت اقدس مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی

ناشر

جامعہ خلفائے راشدین

مدنی کالونی گریکس ماری پور، ہاکس بے روڈ، کراچی

موبائل: 0333-2226051

# فہرست مضامین



☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# تمہید

اسلام چونکہ کامل ضابطۂ حیات ہے، زندگی کے تمام شعبوں سے متعلق ہدایات دیتا ہے اور ایک مسلمان کے لئے پہلے نظریاتی اور فکری طور پر ان ہدایات کی حقانیت کا قائل ہونا اور پھر عملی زندگی میں ان کا خیال کرنا ضروری ہے۔ انہیں شعبوں میں سے ایک شعبہ معاملات اور کاروبار کا ہے جس میں دو یا زیادہ انسانوں کے درمیان کوئی بات چیت اور اس کے بعد کوئی لین دین ہوتا ہے۔ یہاں بھی مسلمان کے لئے ہدایاتِ اسلام یعنی جائز و ناجائز، حلال وحرام کی رعایت ضروری ہے، ورنہ ایمان کے نقصان کے ساتھ ساتھ دنیا کا بھی نقصان ہوگا اور آپس کے اختلاف، نفرتوں اور بے برکتی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

آج کل بہت سے معاملات نئی نئی شکلوں میں آرہے ہیں۔ ایک نیک مسلمان اور اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنے والے انسان کے لئے ان میں جائز و ناجائز کی پہچان مشکل ہوجاتی ہے، ایسے حالات میں علماءِ کرام و مفتیانِ عظام کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ ان صورتوں کا صحیح جائزہ لے کر ان میں جائز و ناجائز کی حدود متعین کریں اور عوام کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اپنے معاملات میں ان حدود کی رعایت و پابندی کریں۔

**حلال کمائی فرض ہے:** اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا اور اس کے ساتھ ساتھ انسانی ضروریات کی تکمیل اور اپنے آپ کو بھیک مانگنے سے بچانے اور اپنے ماتحتوں کے حقوق ادا کرنے کے لئے اس کو حلال کمائی کا حکم بھی دیا اور انسان کو اس سے منع کیا گیا کہ وہ اپنی ضرورتیں کسی ایسے طریقے سے پوری کرے جس کو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہو، بلکہ حلال کمائی کا حصول ضروری قرار دیا۔ چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے:

"عن عبد الله ؓ قال: قال رسول الله ﷺ: طلب كسب الحلال فريضة بعد الفريضة" رواه البيهقي في شعب الإيمان (مشكوة صـ ٢٤٢)

" حضرت عبداللہ ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: فرائض کے بعد حلال کمائی کا حاصل کرنا فرض ہے۔"

البتہ کمانے میں دو چیزوں کی رعایت ضروری ہے۔

(۱) حلال طریقے سے ہو۔

(۲) اس میں اس قدر مشغولیت نہ ہو کہ انسان اللہ تعالیٰ کی یاد سے بالکل غافل ہو جائے یا کمائی کو اللہ تعالیٰ کی یاد پر ترجیح دے۔

رزقِ حلال کے حصول کے ذرائع میں سے تجارت ایک بہترین ذریعہ ہے۔ آیت: "یاایھا الذین امنوا لاتأکلوا أموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارةً عن تراض منکم" (سورۃ النساء آیت:۲۹) کے تحت مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں صرف تجارت ذکر کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کسبِ معاش کے ذرائع میں سے تجارت اور محنت سب سے افضل اور اطیب ذریعۂ معاش ہے۔

حضرت رافع بن خدیج ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کون سی کمائی حلال اور طیب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "عمل الرجل بیدہ و کل بیع مبرور" یعنی انسان کے ہاتھ کی مزدوری اور ہر سچی بیع وشراء (جس میں جھوٹ اور فریب نہ ہو)

(معارف القرآن ۲/۳۷۹)

اور نبی کریم ﷺ نے شریعت کے مطابق تجارت کرنے والوں کا حشر انبیاءِ کرام علیہم السلام، صدیقین، شہداء کے ساتھ بتلایا ہے، چنانچہ حضرت ابوسعید ؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: التاجر الصدوق الأمين مع النبيين و الصديقين و الشهداء. رواه الترمذي و الدارقطني. (مشكوة صـ ٢٤٣)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: التجار يحشرون يوم القيامة فجاراً



الا من اتقیٰ وبر و صدق" رواه الترمذي و ابن ماجه (مشكوة صـ ٢٤٣)

"قیامت کے روز تاجر لوگ فاجر گناہگاروں کی صف میں ہونگے بجز اس شخص کے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور نیکی کا معاملہ کرے اور سچ بولے۔"

ان روایات کے پیشِ نظر مسلمانوں کو اپنی تجارت شریعت کے مطابق کرنا ضروری ہے۔

اس سلسلے میں ٹائرز کا کاروبار کرنے والے اور دین کا درد رکھنے والے بعض مخلص تاجر حضرات نے اپنی تجارت کی مروجہ صورتوں کا حکم جاننے کی کوشش کر کے ایک تفصیلی استفتاء ہمارے دار الافتاء جامعہ خلفائے راشدین ؓ میں جمع کروایا جس کا بحمد اللہ تعالیٰ تفصیلی جواب کتبِ فقہیہ کے حوالہ جات کے ساتھ دیا گیا۔

اس تجارت سے تعلق رکھنے والے دیگر حضرات کے افادہ کے لئے سوال و جواب کی شکل میں اس کو شائع کیا جا رہا ہے۔ البتہ ان مسائل سے قبل ضروری ہے کہ مسلمان تاجر کے کچھ اوصاف ذکر کیے جائیں۔ اس بنا پر ابتداء میں مسلمان تاجر کے اوصاف ذکر کئے گئے ہیں۔

کتبِ فقہ کے حوالہ جات کو رسالہ کے آخر میں نمبروار مسائل کی ترتیب پر شامل کر دیا گیا ہے تاکہ اہلِ علم حضرات بوقتِ ضرورت مراجعت کر سکیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو شریعتِ مطہرہ کی روشنی میں اپنے تمام اعمال اور معاملات بخوبی سرانجام دینے کی توفیق عطاء فرمائے اور جن حضرات نے ان مسائل کی نشاندہی کر کے جواب معلوم کرنے کی کوشش کی ہے اللہ تعالیٰ ان کے مساعی جمیلہ کو قبول و منظور فرمائے، اور جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت میں کسی قسم کا تعاون کیا ہے اللہ تعالیٰ ان کے ایمان و عمل اور صحت و مال میں خوب برکتیں عطاء فرمائیں اور ہم سب کے لئے اس تحریر کو دارین کی سعادت کا ذریعہ بنائیں۔

(حضرت مولانا مفتی) **احمد ممتاز** (صاحب مدظلہ العالی)

مدیر و رئیس دار الافتاء جامعہ خلفائے راشدین ؓ

## مسلمان تاجر کے اوصاف

جس تاجر کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ سچا اور ہر لحاظ سے کامل ومکمل دینِ اسلام کا ماننے والا ہے اس پر لازم ہے کہ اپنے آپ کو ان اوصاف سے آراستہ کرے جن سے اسلام اس کو آراستہ اور دنیا بھر کے تمام ادیانِ باطلہ کے پیروکار تاجروں سے ممتاز کرنا چاہتا ہے۔ ذیل میں ان اوصاف میں سے کچھ، تجار احباب کی خدمت میں اس امید پر پیش کئے جاتے ہیں کہ:

؎ شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

**وصف نمبر ۱:** مسلمان تاجر کبھی تجارت کو پروردگار اور پالنے والا نہیں سمجھتا، اس کا عہدِ "الست" کی وجہ سے یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ پروردگار اور پالنے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔

عہدِ "الست" اس عہد و پیمان کو کہا جاتا ہے جو عالمِ ارواح میں اللہ تعالیٰ نے تمام روحوں سے لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سب کو مخاطب کرکے فرمایا: "الست بربکم" کیا میں تمہارا رب اور پالنے والا نہیں ہوں؟ اس وقت ہم سب کی روحوں نے جواب میں کہا تھا کہ: "بلیٰ" کیوں نہیں، یعنی آپ ہی ہمارے رَبّ اور پالنے والے ہیں۔

**وصف نمبر ۲:** مسلمان تاجر کا یہ بھی عقیدہ ہوتا ہے کہ میری جملہ ضرورتیں کھانے، پینے، لباس اور رہن سہن وغیرہ کی جو پوری ہو رہی ہیں یہ تجارت سے پوری نہیں ہو رہیں، بلکہ تجارت کے اندر جو شرعی احکام ہیں ان احکام کو پورا کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ میری ضرورتیں پوری فرما رہے ہیں۔

اس عقیدہ کے استحضار کا اثر یہ ہوتا ہے کہ مسلمان تاجر تجارت کی خاطر کبھی کسی حکمِ شرعی کو نہیں چھوڑتا۔ گاہک سر پر کھڑا بھی ہو تو بھی اذان سنتے ہی گاہک کو چھوڑ کر پہلے حکمِ خداوندی



پورا کرتا ہے۔ نماز باجماعت ادا کرتا ہے بعد میں گاہک کو نمٹاتا ہے۔ کبھی گاہک کو پھنسانے کے لئے جھوٹ نہیں بولتا۔ مال کا عیب نہیں چھپاتا۔ رشوت نہیں دیتا اور سود اور شبہۂ سود کے قریب جانے کو بڑی ذلت اور ہلاکت تصور کرتا ہے۔

نیز وہ جانتا ہے کہ اس استحضار اور استقامت پر دنیا و آخرت کی بھلائی کا وعدہ ہے اور ہر وقت اس کے سامنے قرآنِ کریم کی یہ آیتیں ہوتی ہیں:

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ

(سورة حم السجدة ۳۰ تا ۳۲)

دیکھئے! اس میں "ربنا اللّٰہ" کہنے کے بعد "ثم استقاموا" کا ذکر ہے کہ اس عقیدہ پر ڈٹے ہوئے ہوتے ہیں اور یہ یقین ہوتا ہے کہ میں دکان و تجارت سے نہیں پل رہا، بلکہ اپنے رب کے احکام پر عمل کی وجہ سے پل رہا ہوں۔

**وصف نمبر ۳:** مسلمان تاجر حلال کھانے اور حرام سے بچنے کے لئے تجارت کرتا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اسلام نے حلال کھانے کا حکم دیا ہے اور اس کی فضیلت بیان کی ہے جبکہ حرام پر شدید وعیدیں سنائی ہیں، جن کا ذکر درج ذیل احادیث میں ہے:

(۱) عن أبی هريرة ؓ قال: قال رسول الله ﷺ: إن الله طيب لا يقبل إلا طيبا و إن الله أمر المؤمنين بما أمر به المرسلين فقال: يا أيها الرسل كلوا من الطيبات واعملوا صالحا.

و قال: يا أيها الذين آمنوا كلوا من طيبات ما رزقناكم، ثم ذكر الرجل يطيل السفر أشعث أغبر يمد يديه إلى السماء، يا رب يا رب و مطعمه حرام و مشربه حرام و ملبسه حرام و غذى بالحرام فأنّى يستجاب لذلك. رواه مسلم. (مشكوة ص ۲۴۱)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ (تمام کمی اور عیوب سے) پاک ہے، اس پاک ذات کی بارگاہ میں صرف وہی (صدقات واعمال) مقبول ہوتے ہیں جو (شرعی عیوب اور نیت کے فساد سے پاک ہوں) یاد رکھو! اللہ تعالیٰ نے جس چیز (یعنی حلال مال کھانے اور اچھے اعمال) کا حکم اپنے رسولوں کو دیا ہے اسی چیز کا حکم تمام مؤمنوں کو بھی دیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے رسولو! حلال روزی کھاؤ اور اچھے اعمال کرو، نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے مؤمنو! تم صرف وہی پاک اور حلال رزق کھاؤ جو ہم نے تمھیں عطاء کیا ہے۔

پھر آپ ﷺ نے (بطورِ مثال) ایک شخص کا حال ذکر کیا کہ وہ طویل سفر اختیار کرتا ہے پراگندہ بال اور غبار آلودہ ہے وہ اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتا ہے کہتا ہے: اے میرے رب! اے میرے رب! (یعنی وہ اپنے مقاصد کے لئے دعا مانگتا ہے) حالانکہ کھانا اس کا حرام، لباس اس کا حرام (شروع سے اب تک) پرورش اس کی حرام (ہی غذاؤں) سے ہوئی پھر کیونکر اس کی دعا قبول کی جائے۔

(۲) عن عبد اللہ بن مسعود ؓ عن رسول اللہ ﷺ قال: لا یکسب عبد مال حرام فیتصدق منہ فیقبل منہ و لا ینفق منہ فیبارک لہ فیہ و لا یترکہ خلف ظہرہ إلا کان زادہ إلی النار، إن اللہ لا یمحو السیئ بالسیئ و لکن یمحو السیئ بالحسن إن الخبیث لا یمحو الخبیث، رواہ أحمد و کذا فی شرح السنۃ.

(مشکوۃ ص ۲۴۲/۱)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود ؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ کوئی بندہ حرام مال کما کر اس میں سے صدقہ وخیرات کرتا ہو اور اس کا وہ صدقہ قبول کر لیا جاتا ہو (یعنی اگر کوئی شخص حرام ذرائع سے کمایا ہوا مال صدقہ و



خیرات کرے تو اس کا صدقہ قطعاً قبول نہیں ہوتا اور نہ اسے کوئی ثواب ملتا ہے) اور نہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ شخص اس حرام کو (اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال پر) خرچ کرتا ہو اور اس میں اسے برکت حاصل ہوتی ہو (یعنی حرام مال میں سے جو بھی خرچ کیا جاتا ہے اس میں بالکل برکت نہیں ہوتی) اور جو شخص (اپنے مرنے کے بعد) حرام مال چھوڑ جاتا ہے اس کی حیثیت اس کے علاوہ اور کچھ نہیں رہتی کہ وہ مال اس شخص کے لئے ایک ایسا توشہ بن جاتا ہے جو اسے دوزخ کی آگ تک پہنچا دیتا ہے اور (یہ بات یاد رکھو کہ) اللہ تعالیٰ برائی کو برائی کے ذریعے دور نہیں کرتے بلکہ برائی کو بھلائی کے ذریعے دور کرتے ہیں اسی طرح ناپاک مال، ناپاک مال کو دور نہیں کرتا (یعنی حرام مال بُرائی کو دور نہیں کرتا بلکہ حلال مال بُرائی کو دور کرتا ہے)

(۳) عن جابر ؓ قال: قال رسول اللہ ﷺ: لا یدخل الجنۃ لحم نبت من السحت و کل لحم نبت من السحت کانت النار أولی بہ، رواہ أحمد و الدارمی و البیہقی فی شعب الایمان (مشکوۃ ص ۸

ترجمہ: حضرت جابر ؓ فرماتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا: وہ گوشت جس نے حرام مال سے پرورش پائی ہے جنت میں داخل نہیں ہوگا اور جو گوشت (یعنی جو جسم) حرام مال سے نشو ونما پائے وہ دوزخ کی آگ کے زیادہ لائق ہے۔

(۴) عن أبی بکر ؓ أن رسول اللہ ﷺ قال: لا یدخل الجنۃ جسد غذی بالحرام. رواہ البیہقی فی شعب الإیمان. (مشکوۃ ص ۲۴۲)

ترجمہ: حضرت ابو بکر ؓ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا: جس بدن نے حرام مال سے پرورش پائی ہوگی وہ (شروع ہی میں نجات یافتہ لوگوں کے ساتھ، اور سزا بھگتے بغیر) جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

(۵) عن زید بن أسلم أنہ قال: شرب عمر بن الخطاب لبناً و أعجبہ و قال للذی سقاہ: من أین لک ہذا اللبن؟ فأخبرہ أنہ ورد علی ماء قد سماہ فإذا نعم

من نعم الصدقة و هم يسقون فحلبوا لي من ألبانها فجعلته في سقائي و هو هذا فأدخل عمر يده فاستقائه، رواه البيهقي (مشكوة صـ ۲۴۳)

ترجمہ: حضرت زید بن اسلم (جو حضرت عمر فاروقؓ کے آزاد کردہ غلام تھے) کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) حضرت عمر بن خطابؓ نے دودھ پیا جو اُن کو عجیب معلوم ہوا، انہوں نے اس شخص سے جس نے دودھ لاکر پلایا تھا پوچھا کہ یہ دودھ تمہیں کہاں سے ملا؟ تو اس نے بتایا کہ میں پانی کے ایک چشمے یا کنویں پر گیا تھا (اس نے چشمے یا کنویں کا نام بھی بتایا) وہاں میں نے دیکھا کہ زکوٰۃ کے کچھ جانور ہیں اور ان کے نگران ان کا دودھ نکال کر لوگوں کو پلا رہے ہیں، چنانچہ انھوں نے میرے لئے بھی دودھ دوہا جو میں نے لے کر اپنی مشک میں ڈال دیا یہ وہی دودھ تھا، حضرت عمرؓ نے (اپنے حلق میں) ہاتھ ڈال کرتے کردی (اور اس دودھ کو پیٹ سے باہر نکال دیا کیونکہ وہ زکوٰۃ کا مال تھا جو ان کے لئے جائز نہ تھا)

(۲) عن عائشة قالت: كان لأبي بكرؓ غلام يخرج له الخراج فكان أبو بكر يأكل من خراجه فجاء يوما بشيء فأكل منه أبو بكر فقال له الغلام: تدري ما هذا؟ فقال أبو بكر: وما هو؟ قال: كنت تكهنت لإنسان في الجاهلية و ما أحسن الكهانة إلا أني خدعته فلقيني فأعطاني بذلك فهذا الذي أكلت منه قالت: فأدخل أبو بكر يده فقاء كل شيء في بطنه (بخاری، مشکوٰۃ صـ ۲۴۳)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس ایک غلام تھا جو کمائی میں ایک مقررہ حصہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو دیا کرتا تھا (جیسا کہ اہلِ عرب کا معمول تھا کہ وہ اپنے غلاموں کو کمائی پر لگا دیا کرتے تھے اور ان کو حاصل ہونے والی اجرت میں سے کوئی حصہ اپنے لئے مقرر کرلیا کرتے تھے) چنانچہ حضرت ابوبکرؓ اس غلام کی لائی ہوئی چیز کو کھالیا کرتے تھے ایک مرتبہ وہ غلام کوئی چیز لایا جس میں سے حضرت ابوبکر



صدیقؓ نے بھی کھایا، ان کے کھانے کے بعد غلام نے کہا کہ آپ جانتے بھی ہیں کہ یہ کیسی چیز ہے؟ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا: مجھے کیا معلوم تم ہی بتاؤ یہ کیسی چیز ہے؟ غلام نے کہا کہ میں ایامِ جاہلیت میں (یعنی اپنی حالتِ کفر میں) ایک شخص کو غیب کی باتیں بتایا کرتا تھا حالانکہ میں کہانت کا فن (یعنی پوشیدہ باتیں بتانے کا فن) اچھی طرح نہیں جانتا تھا بلکہ میں اس کو (غلط سلط باتیں بنا کر) فریب دیا کرتا تھا (اتفاقاً آج) اس شخص سے میری ملاقات ہوگئی تو اس نے مجھے یہ چیز دی، یہ وہی چیز تھی جو آپ نے کھائی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ (یہ سنتے ہی) حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے منہ (حلق) میں ہاتھ ڈال کرتے کردی اور جو کچھ پیٹ میں تھا (ازراہِ احتیاط) سب باہر نکال دیا۔

**وصف نمبر ٤:** مسلمان تاجر مشتبہ معاملات سے بھی بچتا ہے، کیونکہ مشتبہات سے احتراز کرنے والے کا دین وعزت دونوں محفوظ ہوتے ہیں جیسے حدیث شریف میں ہے:

(۱) عن النعمان بن بشيرؓ قال: قال رسول الله ﷺ: الحلال بيّن و الحرام بيّن و بينهما مشتبهات لا يعلمهن كثير من الناس فمن اتقى الشبهات استبرأ لدينه و عرضه و من وقع في الشبهات وقع في الحرام كالراعي يرعى حول الحمى يوشك أن يرتع فيه ألا و إن لكل ملك حمى ألا و إن حمى الله محارمه ألا و إن في الجسد مضغة إذا صلحت صلح الجسد كله و إذا فسدت فسد الجسد كله ألا و هي القلب، متفق عليه (مشكوة صـ ۲۴۱)

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے لہٰذا جس شخص نے مشتبہ چیزوں سے پرہیز کیا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو پاک ومحفوظ کرلیا (یعنی مشتبہ چیزوں سے بچنے والے کے نہ تو دین میں کسی خرابی کا خوف رہے گا اور نہ کوئی

طعن وتشنیع کریگا) اور جو شخص مشتبہ چیزوں میں مبتلا ہوا وہ حرام میں مبتلا ہو گیا اور اس کی مثال اس چرواہے کی سی ہے جو ممنوعہ چراگاہ کی مینڈھ (کنارے) پر چراتا ہے اور ہر وقت اس کا امکان رہتا ہے کہ اس کے جانور اس ممنوعہ چراگاہ میں گھس کر چرنے لگیں۔ جان لو! ہر بادشاہ کی ممنوعہ چراگاہ ہوتی ہے اور یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کی ممنوعہ چراگاہ حرام چیزیں ہیں اور اس بات کو بھی ملحوظ رکھو کہ انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست حالت میں رہتا ہے (یعنی جب وہ ایمان وعرفان اور یقین کے نور سے منور رہتا ہے) تو (اعمالِ خیر اور حسنِ اخلاق واحوال کی وجہ سے) پورا جسم درست حالت میں رہتا ہے اور جب اس ٹکڑے میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے، یاد رکھو! گوشت کا وہ ٹکڑا دل ہے۔

نیز مسلمان تاجر جانتا ہے کہ ان مشتبہ معاملات سے بچوں گا تو متقین اور پرہیزگاروں کا ساتھی بنوں گا، جیسے حدیث میں ہے:

عن عطیة السعدی ؓ قال: قال رسول اللہ ﷺ: لا یبلغ العبد أن یکون من المتقین حتی یدع ما لا بأس به حذراً لما به بأس، رواه الترمذی وابن ماجه

(مشکوة ص۲۴۲)

ترجمہ: حضرت عطیہ سعدی ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بندہ اس وقت تک (کامل) پرہیزگاروں کے درجے تک نہیں پہنچ سکتا، جب تک کہ وہ ان چیزوں کو نہ چھوڑ دے جن میں کوئی قباحت نہیں ہے، تاکہ اس طرح وہ ان چیزوں سے بچ سکے جن میں قباحت ہے۔

## امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی دیانت واحتیاط کے دو واقعات

(۱) امام مسہر بن عبد الملک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کپڑا لایا اور امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ فروخت کرنا چاہا، آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے پوچھا اس کی کتنی قیمت ہے؟ وہ بولا ایک ہزار، امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کی قیمت اس سے



بدرجہا زیادہ ہے حتی کہ آٹھ ہزار پر ان کا معاملہ طے ہوا۔

(۲) ایک دفعہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایک تلمیذ (شاگرد) نے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی عدم موجودگی میں مدینہ منورہ کے ایک رہائشی کے ہاتھ چار سو درہم کا گرم کپڑا غلطی سے ایک ہزار درہم میں بیچ دیا، امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو جب اس معاملہ کا علم ہوا تو شاگرد کو سخت تنبیہ فرمائی اور اس کو دکان کے سلسلے سے الگ کر دیا، اور اس خریدار کا حلیہ پوچھ کر اس کے پیچھے ہولئے، جب اس شخص سے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات ہوئی تو کافی اصرار اور تکرار کے بعد چھ سو درہم اسے واپس کر دیئے اور کپڑا اس کے پاس چھوڑ کر پھر کوفہ لوٹ کر آئے، چنانچہ امام موفق رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں "فرد علیه ست مائة و ترک علیه الثوب و رجع الی الکوفة" (سیدنا امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی محدثانہ جلالتِ شان، صفحہ:۷۰)

**وصف نمبر ۵**: مسلمان تاجر ناجائز حیلوں سے مال نہیں کماتا، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ ناجائز حیلہ کرنے والوں کو آپ ﷺ نے بددعا دی ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے:

عن عمر ؓ أن رسول اللہ ﷺ قال: قاتل اللہ الیهود حرمت علیهم الشحوم فجملوها فباعوها، متفق علیه (مشکوة ص۲۴۱)

ترجمہ: حضرت عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہودیوں کو ہلاک کرے ان پر چربیاں حرام کی گئیں تو انھوں نے اس کو پگھلایا (تاکہ چربی کا نام باقی نہ رہے) اور پھر اس کی خرید وفروخت شروع کردی۔

**وصف نمبر ۶**: مسلمان تاجر تقویٰ (یعنی ناجائز معاملات اور گناہوں سے پرہیز) کرتا ہے اور نیکی یعنی لوگوں سے اچھا سلوک کرتا ہے کیونکہ اس کو معلوم ہے کہ بے دین تجار قیامت میں رسوا ہونگے، جیسا کہ حدیث میں ہے:

عن عبید بن رفاعة عن أبیه عن النبی ﷺ قال: التجار یحشرون یوم القیامة

فجارا إلا من اتقى وبر وصدق. رواه الترمذي وابن ماجة والدارمي. (مشكوة صـ ۲۴۳)

ترجمہ: حضرت عبید بن رفاعہ (تابعی) رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے والدِ محترم (حضرت رفاعہ بن رافع انصاری ؓ) سے اور وہ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن تاجر لوگوں کا حشر فاجروں (یعنی دروغ گو اور نافرمان لوگوں) کے ساتھ ہوگا، ہاں (وہ تاجر اس سے مستثنیٰ ہونگے) جنھوں نے پرہیزگاری اختیار کی (یعنی خیانت اور فریب دہی وغیرہ میں مبتلا نہ ہوئے) اور نیکی کی (یعنی اپنی تجارتی معاملات میں لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا یا یہ کہ عبادتِ خداوندی کرتے رہے) اور سچ پر قائم رہے۔

**وصف نمبر ۷** : مسلمان تاجر سچا اور امانت دار ہوتا ہے، کیونکہ وہ اس کی فضیلت سے باخبر ہے کہ ایسے تاجر کے لئے قیامت میں بہت بڑی کامیابی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

عن أبي سعيد ؓ قال: قال رسول الله ﷺ: التاجر الصدوق الأمين مع النبيين والصديقين والشهداء، رواه الترمذي (مشكوة صـ ۲۴۳)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری ؓ کہتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا: (قول وفعل میں) نہایت سچائی اور نہایت دیانتداری کے ساتھ کاروبار کرنے والا شخص نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔

**وصف نمبر ۸** : مسلمان تاجر جھوٹی قسموں سے سامان نہیں بیچتا، کیونکہ وہ جھوٹی قسم کی سزا سے واقف ہے کہ ایسا تاجر آخرت میں اللہ تعالیٰ کی نظرِ کرم سے محروم ہوگا، جیسا کہ حدیث میں ہے:

(۱) عن أبي ذر ؓ عن النبي ﷺ قال: ثلاثة لا يكلمهم الله يوم القيامة ولا ينظر إليهم ولا يزكيهم ولهم عذاب أليم، قال أبو ذر: خابوا وخسروا من هم يا رسول الله؟ قال: المسبل والمنان والمنفق سلعته بالحلف الكاذب، رواه مسلم. (مشكوة صـ ۲۴۳)



ترجمہ: حضرت ابوذر ؓ آپ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تین شخص ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ تو ان سے (مہربانی وعنایت کا) کلام کرے گا، نہ بنظرِ رحمت وعنایت ان کی طرف دیکھے گا، اور نہ ان کو (گناہوں سے) پاک کرے گا۔ حضرت ابوذر ؓ نے فرمایا: کہ ہلاک وبرباد ہوجائیں، وہ لوگ کون ہیں یا رسول اللہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا (ٹخنوں سے نیچے) تہبند اور شلوار لٹکانے والا، احسان جتلانے والا اور اپنے مال کو جھوٹی قسم سے بیچنے والا۔

نیز وہ جانتا ہے کہ جھوٹی قسم سے سامان تو فروخت ہوجائے گا لیکن برکت نہ ہوگی، جیسا کہ حدیث میں ہے:

(۲) عن أبي هريرة ؓ قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: الحلف منفقة للسلعة ممحقة للبركة، رواه البخاري ومسلم (مشكوة صـ ۲۴۳)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورِ اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قسم (شروع میں تو) مال واسباب کے لئے (بیچنے اور) رواج دینے کا سبب بنتی ہے لیکن (انجام کار) برکت کے خاتمے کا سبب بن جاتی ہے۔

(۳) عن أبي قتادة ؓ قال: قال رسول الله ﷺ إياكم وكثرة الحلف في البيع فإنه ينفق ثم يمحق، رواه مسلم (مشكوة صـ ۲۴۳)

ترجمہ: حضرت ابوقتادہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اپنی تجارتی زندگی میں زیادہ قسمیں کھانے سے پرہیز کرو کیونکہ (تجارتی معاملات) میں زیادہ قسمیں کھانا کاروبار کو رواج دیتا ہے مگر پھر برکت کھو دیتا ہے۔

**وصف نمبر ۹** : مسلمان تاجر اتنا خوش اخلاق ہوتا ہے کہ مالدار شخص بھی اگر وقت پر ادھار ادا نہ کر سکے اور مزید مہلت مانگے تو اس کو بھی مہلت دیتا ہے اور جو مسکین شخص

ادھار ادا کرنے کی طاقت ہی نہیں رکھتا تو کل یا بعض معاف کر دیتا ہے، کیونکہ اس کو پتہ ہے کہ یہ عمل اس کے لئے صدقہ ہے اور قیامت کے دن مصائب سے چھٹکارے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سائے میں جگہ دلوانے اور جنت میں داخل ہونے کا بہت بڑا ذریعہ ہے، جیسا کہ احادیث میں ہے:

(۱) عن حذيفة ؓ قال: قال رسول الله ﷺ: إن رجلا كان فيمن قبلكم أتاه الملك ليقبض روحه فقيل له: هل عملت من خير؟ قال: ما أعلم ؟ قيل له: انظر قال: ما أعلم شيئاً غير أني كنت أبايع الناس في الدنيا و أجازيهم فأنظر الموسر و أتجاوز عن المعسر فأدخله الله الجنة ، متفق عليه (مشكوة صـ۲۴۳)

ترجمہ: حضرت حذیفہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں میں سے ایک شخص کا واقعہ ہے کہ اس کے پاس موت کا فرشتہ اس کی روح قبض کرنے آیا تو اس سے پوچھا گیا کہ کیا تو نے کوئی نیک کام کیا ہے؟ اس نے کہا مجھے یاد نہیں، اس سے کہا گیا کہ اچھی طرح سوچ لے، اس نے کہا کہ مجھے قطعاً یاد نہیں آ رہا ہے، ہاں! میں دنیا میں جب لوگوں سے خرید وفروخت کے معاملات کیا کرتا تھا (تو تقاضا کے وقت یعنی مطالبات کی وصولی میں) ان پر احسان کیا کرتا تھا باین طور کہ مستطیع اور مالدار لوگوں کو تو مہلت دے دیتا تھا اور جو نادار مسکین ہوتے ان کو معاف کر دیتا تھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے (اس کے اسی عمل سے خوش ہو کر) اس کو جنت میں داخل کر دیا۔

(۲) عن أبي هريرة ؓ أن النبي ﷺ قال: كان رجل يداين الناس فكان يقول لفتاه: إذا أتيت معسرا تجاوز عنه لعل الله أن يتجاوز عنا قال: فلقي الله فتجاوز عنه، رواه البخاري و مسلم (مشكوة صـ۲۵۷)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ایک شخص تھا جو لوگوں سے قرض لین دین کا معاملہ کرتا تھا (یعنی لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا) اور اس نے اپنے



کارندے سے یہ کہہ رکھا تھا کہ جب کسی تنگ دست کے پاس (قرض وصول کرنے جاؤ) تو اس سے درگزر کرو شاید اللہ ہم سے درگزر فرمائے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جب اس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی (یعنی اسکا انتقال ہوا) تو اللہ تعالیٰ نے اس سے درگزر کیا (اور اس کے گناہوں پر مواخذہ نہیں کیا)

(۳) عن أبي قتادة ؓ قال: قال رسول الله ﷺ: من سرّه أن ينجيه الله من كرب يوم القيامة فلينفس عن معسر أو يضع عنه، رواه مسلم (مشكوة صـ۲۵۷)

ترجمہ: حضرت ابوقتادہ ؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن کی سختیوں سے محفوظ رکھے تو اس کو چاہئے کہ وہ مفلس اور تنگدست سے اپنا قرض وصول کرنے میں تاخیر کرے یا اس کو معاف کر دے (یعنی اپنا پورا قرض یا جتنا ہو سکے معاف کر دے)

(۴) عن أبي اليسر ؓ قال: سمعت النبي ﷺ يقول: من أنظر معسرا أو وضع عنه أظله الله في ظله، رواه مسلم (مشكوة صـ۲۵۷)

ترجمہ: حضرت ابو الیسر ؓ کہتے ہیں کہ میں نے سنا نبی کریم ﷺ سے کہ جو شخص تنگ دست کو مہلت دے یا اس کو معاف کر دے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے سایۂ رحمت میں جگہ دے گا (قیامت کے دن اسے گرمی کی تپش اور اس دن کی سختیوں سے محفوظ رکھے گا)

(۵) عن عمران بن حصين ؓ قال: قال رسول الله ﷺ: من كان له على رجل حق فمن أخره كان له بكل يوم صدقة، رواه احمد (مشكوة صـ۲۵۹)

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین ؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: کہ جس شخص کا کسی پر کوئی حق (یعنی قرضہ وغیرہ) ہو تو وہ (اس کو وصول کرنے) میں تاخیر کرے (یعنی قرض دار کو مہلت دے) تو اسے (دی ہوئی مہلت کے) ہر دن کے بدلے صدقہ کا ثواب ملے گا۔

**وصف نمبر ۱۰** : مسلمان تاجر خریدنے، بیچنے اور اپنے حق کے مطالبہ میں، غرض ہر معاملے میں نرمی کرتا ہے کیونکہ یہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا محتاج سمجھتا ہے اور جانتا ہے کہ ایسے نرم دل شخص کو آپ ﷺ نے رحمت کی دعا دی۔

عن جابر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ: رحم الله رجلا سمحا إذا باع و إذا اشترى و إذا اقتضى، رواه البخاري (مشکوۃ ص۲۴۳)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص پر اپنی رحمت نازل فرمائے جو بیچنے میں، خریدنے میں اور تقاضا کرنے میں نرمی کرتا ہے۔

**وصف نمبر ۱۱** : مسلمان تاجر حرام مال سے تجارت نہیں کرتا، کیونکہ حرام خور کی نہ تو عبادات قبول ہوتی ہیں اور نہ ہی اسکے مال میں برکت ہوتی ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے:

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال: من اشترى ثوبا بعشرة دراهم و فيه درهم حرام لم يقبل الله له صلاة ما دام عليه، ثم أدخل أصبعيه في أذنيه و قال: صمتا إن لم يكن النبي ﷺ سمعته يقوله، رواه احمد والبيهقي (مشکوۃ ص۲۴۳)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص (مثلاً) ایک کپڑا دس درہم میں خریدے اور ان میں ایک درہم بھی حرام مال کا ہو تو اللہ تعالیٰ اس وقت تک اس شخص کی نماز قبول نہیں کرے گا جب تک کہ آدمی کے جسم پر وہ کپڑا ہوگا، اس کے بعد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی (شہادت کی) دونوں انگلیاں اپنی کانوں میں ڈالیں اور کہا کہ یہ دونوں کان بہرے ہو جائیں اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے نہ سنا ہو۔

## رزق میں برکت کی علامت

رزق میں برکت کی علامت یہ ہے کہ اس رزق کی وجہ سے آدمی کو قناعت (جتنا مل جائے اس پر صبر و شکر کرنا) اور نیک اعمال کی توفیق نصیب ہو جائے جیسا کہ مرقاۃ میں ہے:



قال العلامة المنلا علی القاری رحمه الله تعالى: و منها أن طلب الدعاء من الأنبياء و الأولياء مطلوب ...... و أمثالهما فقال اللّٰهم بارك لهم فيما رزقتهم و علامة البركة القناعة و توفيق الطاعة (باب الدعوات فی الأوقات)

## ابوبکر محمد بن عبدالباقی الانصاری الکعبی رحمہ اللہ کا قصہ

(جن کو ایک ہار ملا تھا، وہ انہوں نے مالک کو لوٹایا، پھر اس مالک کی بیٹی کے ساتھ نکاح ہوا، بیوی کا انتقال ہوا، اور یہ ہار وراثت میں ملا جس کی قیمت ایک لاکھ دینار تھی)

قاضی محمد بن عبدالباقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: كنت مجاوراً بمكة حرسها الله تعالىٰ، میں مکہ کے پڑوس میں اقامت پذیر تھا، ایک دن مجھے سخت بھوک لگی، میرے پاس کوئی ایسی چیز نہ تھی جس سے میں اپنی بھوک کو ختم کرتا، اس دوران مجھے ریشم کی ایک تھیلی ملی جو ریشم ہی کے تار سے بندھی ہوئی تھی، میں اس کو اٹھا کر اپنے گھر لے آیا: فحللته فوجدت فيه عقداً من لؤلؤ لم أر مثله، جب میں نے اس کو کھولا تو اس میں ایک موتیوں کا ایسا ہار پایا کہ اس جیسا ہار میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا، چنانچہ میں گھر سے نکل پڑا، دیکھا تو ایک بڑی عمر والا آدمی اس کے متعلق اعلان کر رہا ہے اس کے پاس کپڑے کا ایک تھیلا ہے: فيها خمس مائة دينار، جس میں پانچ سو دینار تھے اعلان یہ تھا کہ: هذا لمن يرد علىّ الكيس الذي فيه اللؤلؤ، یہ انعام اس شخص کو ملے گا جو مجھے موتی والی تھیلی دے گا، میں نے سوچا کہ اس وقت أنا محتاج، و أنا جائع، فآخذ هذا الذهب و أردُّ عليه الكيس، میں محتاج اور بھوکا ہوں، یہ سونا میں لے کر اس سے نفع حاصل کر لونگا اور اس کو اسکی موتی والی تھیلی لوٹا دوں گا، میں نے اس سے کہا: تعال اليّ تشريف لے آیئے چنانچہ میں اس کو اپنے گھر لے آیا، اس نے تھیلی، ہار، موتی، اس کی تعداد اور اس کے ساتھ لگے بندھے ہوئے دھاگہ کی علامت بتادی۔ میں نے وہ نکال کر اس کے حوالہ کیا: فسلم اليّ خمس

مائة دينار، فما اخذتها ،اس نے مجھے پانچ سو دینار حوالہ کر دیئے، میں نے لینے سے انکار کرتے ہوئے کہا: يجب عليّ أن أعيده اليک ولا آخذ له جزاءً ،اس کا لوٹانا تو میرے ذمہ ضروری تھا میں اس کا کوئی بدلہ نہیں لوں گا،اس نے کہا ”یہ ضرور لینا ہوگا“ اس نے اصرار بھی بہت کیا لیکن میں نے قبول کرنے سے انکار کیا، چنانچہ وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔

(اس کے بعد) میرا معاملہ یوں ہوا کہ:فاني خرجت من مكة، و ركبت البحر فانكسر المركب، و غرق الناس، میں مکہ سے روانہ ہوا اور کشتی میں سوار ہوا، کشتی ٹوٹ گئی،لوگ غرق ہوئے ،ان کے مال بھی تباہ ہوگئے:و سلمت أنا على قطعة من المركب، میں کشتی کے ایک ٹکڑے پر محفوظ رہا، کچھ عرصہ میں سمندر ہی میں رہا، پتہ نہیں چلتا تھا کہ کہاں جاؤں؟

فوصلت الىٰ جزيرة فيها قوم، فقعدت في بعض المساجد چنانچہ میں ایک جزیرہ پر پہنچا جہاں کچھ لوگ تھے، میں ایک مسجد میں جا بیٹھا اور پڑھنے لگا،لوگوں نے میری قرأت سنی، جزیرہ کا ہر آدمی میرے پاس آ کر کہنے لگا:علمني القرآن، مجھے قرآن کریم سکھایئے،اس طرح میں نے ان کو قرآن کریم کی تعلیم دینا شروع کیا،جس کے نتیجے میں مجھے بہت کچھ مال (بھی) ملا،قرآن شریف کے چند صفحات لے کر جب میں انہیں دیکھ کر پڑھنے لگا تو انہوں نے مجھ سے کہا کیا آپ لکھنا بھی جانتے ہیں؟ میں نے کہا جی ہاں،انہوں نے کہا: علّمنا الخط ،پھر ہمیں خط و کتابت (بھی) سکھا دیجئے،چنانچہ میں ان کے بچوں اور جوانوں کو خط و کتابت سکھاتا رہا،اس سے بھی مجھے مال کا وافر حصہ ملا،پھر انہوں نے کہا:عندنا صبيّة يتيمة و لها شيء من الدنيا نريد أن تتزوج بها؟ فامتنعت ،ہمارے ہاں ایک یتیم لڑکی ہے جس کے پاس کچھ دنیا کا ساز و سامان بھی ہے،ہم چاہتے ہیں کہ آپ ان سے نکاح کر لیں (محمد بن عبدالباقی فرماتے ہیں) میں نے انکار کیا لیکن انھوں نے کہا: لا بدّ، یہ ایک



لازمی چیز ہے:فأجبتهم الىٰ ذلک ،ان کے اصرار پر میں نے ہاں کر دی، جب رخصتی ہوئی (اور لڑکی سے پہلی ملاقات کے لئے لڑکی ،اسکے محرم رشتہ دار اور میں، سب ایک کمرے میں بیٹھ گئے) تو میں نے لڑکی کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا:فوجدت ذلک العقد بعينه معلّقاً في عنقها، تو وہی ہار اس کے گلے میں پہنا ہوا دیکھا،ان لوگوں نے کہا: يا شيخ كسرت قلب هٰذه اليتيمة من نظرک الىٰ هٰذا العقد، و لم تنظر اليها، آپ نے یتیم لڑکی کو دیکھنے کے بجائے اس کے ہار کی طرف (مسلسل) دیکھنے کی وجہ سے اس لڑکی کے دل کو توڑا، میں نے ان لوگوں کو اس ہار کا پورا قصہ سنایا:فصاحوا و صرخوا بالتهليل و التكبير حتىٰ بلغ الىٰ جميع أهل الجزيرة، وہ چیخ اٹھے اور لاالہ الا اللہ ، اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا یہاں تک کہ اس واقعہ کی خبر تمام جزیرے والوں کو ہوئی:ما بكم؟ میں نے وجہ پوچھی تو کہنے لگے:ذلک الشيخ الذي أخذ منک هٰذا العقد أبو هٰذه الصبيّة ،وہ بوڑھا جس نے آپ سے یہ ہار لیا تھا وہ اسی یتیم لڑکی کا والد تھا (حج سے واپس آنے کے بعد) وہ یہ کہا کرتا تھا:اس ہار لوٹانے والے آدمی کی طرح میں نے کسی کامل مسلمان کو نہیں دیکھا ہے اور (مسلسل) وہ یہ دعا کیا کرتا تھا کہ: اللّٰهمّ اجمع بيني و بينه حتىٰ أزوّجه بابنتي، اے اللہ! مجھے اور اس (نیک شخص) کو ایک جگہ جمع کر دیجئے تاکہ میں اس کے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح کرا دوں، وہ دعا اب قبول ہوئی، (اس کے بعد کا قصہ یہ ہوا کہ) میں کچھ عرصہ اس عورت کے ساتھ رہا:و رزقت منها ولدين، اس سے اللہ تعالیٰ نے مجھے دو بیٹے بھی دیئے: ثم انها ماتت، پھر اس عورت کا انتقال ہوگیا: فورثت العقد أنا و ولداي، وہی ہار مجھے اور میرے دو بیٹوں کو وراثت میں ملا:ثم مات الولدان فحصل العقد لي ،پھر میرے ان دونوں بیٹوں کا بھی انتقال ہوا (جس کی وجہ سے) پھر وہ پورا ہار صرف میرا ہی ہوا: فبعته بمائة الف دينار ،میں نے اس کو ایک لاکھ دینار میں بیچ دیا: و

هذا المال الذي ترون معي من بقايا ذلك المال، یہ جو مال ( کی کثرت، فراوانی اور برکت ) تمھیں نظر آرہی ہے یہ اسی ( حلال ) مال کے باقی ماندہ میں سے ہے۔

(غرائب الاخبار فی حیاۃ السلف الاخیار ص:۵۴، ط: مکتبہ دار التراث، کویت)

**تنبیہ:** لقطہ کی صورت میں جو ملا تھا اگر اس وقت نہ دیتا تو حرام ہوتا اور یہ برکت نہ ہوتی، آج حلال اور جائز طور پر ملا تو اتنی برکت ہوئی جو تمھیں خود نظر آرہی ہے نیز اس واقعہ سے حلال کی برکت کے ساتھ دعا کی اہمیت اور قبولیت کا پتہ بھی چلا۔

**وصف نمبر ۱۲ :** اگر کسی وجہ سے گاہک خریدا ہوا مال واپس کردے تو بخوشی واپس لے کر اس کی رقم واپس کر دیتا ہے کیونکہ اس کو معلوم ہے کہ اس عمل سے گناہ معاف ہوتے ہیں، جیسا کہ حدیث میں ہے:

عن أبي هريرة ؓ قال: قال رسول الله ﷺ: من أقال مسلما أقاله الله عثرته يوم القيامة، رواه أبو داود و ابن ماجه و في شرح السنة بلفظ المصابيح عن شريح الشامي مرسلا (مشكوة ص ۲۵۶)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص مسلمان کی بیع واپس کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے گناہ بخش دے گا۔

**وصف نمبر ۱۳ :** مسلمان تاجر دوسرے کا حق بہتر طریقے سے ادا کرتا ہے یعنی کچھ زیادہ کر کے دیتا ہے، آج کے بے دین تاجروں کی طرح نہیں ہوتا کہ بلا عذر ٹال مٹول کرتا رہے تاکہ صاحب حق پریشان ہو کر اپنے حق میں سے کچھ کمی کرنے پر مجبور ہو جائے کیونکہ وہ حسنِ ادا کو اسلام کا حکم سمجھتا ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے:

عن أبي هريرة ؓ أن رجلا تقاضى رسول الله ﷺ فأغلظ له فهمّ أصحابه فقال: دعوه فإن لصاحب الحق مقالا و اشتروا له بعيرا فأعطوه إياه قالوا: لا



نجد إلا أفضل من سنّه، قال: اشتروه فأعطوه إياه فإن خيركم أحسنكم قضاء، متفق عليه (مشكوة ص ۲۵۷)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے (اونٹ) کا تقاضا کیا (جو آپ ﷺ نے اس سے بطورِ قرض لیا تھا) اور تقاضا بھی بڑی سخت کلامی کے ساتھ کیا، صحابہ کرام ؓ نے (جب اس کو اس سخت کلامی اور آدابِ نبوت کے خلاف اس کی حرکت پر) سزا دینی چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: کچھ نہ کہو، کیوں کہ جس کا حق ہے اس کو کہنے کا اختیار ہے، البتہ ایسا کرو کہ ایک اونٹ خرید کر اس کو دے دو (تاکہ اس کا مطالبہ ادا ہو جائے اور اسے پھر کچھ کہنے کا حق نہ رہے) صحابہ کرام ؓ نے عرض کیا کہ (اس نے آپ ﷺ کو بطورِ قرض جو اونٹ دیا تھا) اس عمر کا کوئی اونٹ نہیں مل رہا ہے بلکہ اس سے زیادہ عمر کا مل رہا ہے (یعنی اس کا اونٹ چھوٹا اور کم تر تھا اور ہمیں جو اونٹ مل رہا ہے وہ بڑا اور اچھا ہے) آپ ﷺ نے فرمایا (جو اونٹ تمھیں مل رہا ہے) اسی کو خرید لو (اگر چہ وہ اس کے اونٹ کے بنسبت بڑا اور اچھا ہے) اور اسے دے دو، یاد رکھو! تم میں بہتر شخص وہ ہے جو قرض ادا کرنے میں اچھا ہو۔

**وصف نمبر ۱۴ :** مسلمان تاجر کو اگر کبھی ادھار یا قرض کی ضرورت پڑ جائے تو ادا کرنے کی نیت سے ادھار اور قرض لیتا ہے اور مسلسل ادائیگی کی کوشش بھی کرتا رہتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس نیت اور کوشش سے اللہ تعالیٰ ادائیگی کی صورتیں پیدا فرماتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:

عن أبي هريرة ؓ عن النبي ﷺ قال: من أخذ أموال الناس يريد أداءها أدى الله عنه و من أخذ يريد إتلافها أتلفه الله عليه، رواه البخاري (مشكوة ص ۲۵۸)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ ؓ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص لوگوں کا مال لے کر اس کے ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو (یعنی کسی ضرورت اور احتیاج ہی

کی بناپر قرض لے اور پھر اس کی ادائیگی کا ارادہ رکھتا ہو اور ادا کرنے کی کوشش بھی کرتا ہو) تو اللہ تعالیٰ اس سے وہ ادا کرا دیتا ہے (یعنی قرض کو ادا کرنے کی نیت رکھنے والے کی اللہ تعالیٰ مدد کرتا ہے بایں طور کہ یا تو دنیا میں قرض ادا کرنے کی استطاعت دے دیتا ہے یا آخرت میں حق دار کو راضی کر دیتا ہے) اور جو شخص لوگوں کا مال لے کر ضائع کرنے کا ارادہ رکھتا ہو (یعنی احتیاج اور ضرورت کے بغیر کسی سے قرض لے اور پھر اس قرض کی ادائیگی کی نیت بھی نہ رکھتا ہو) تو اللہ تعالیٰ اس کے مال کو ضائع کر دیتا ہے۔

**وصف نمبر ۱۵** : مسلمان تاجر کسی کے ادھار اور قرض کو دباتا نہیں کیونکہ وہ جانتا ہے کہ مقروض اور مدیون کی روح قرض کی وجہ سے معلق رہتی ہے اور شہادت جیسے عملِ صالح کی وجہ سے بھی یہ گناہ معاف نہیں ہوتا، جیسا کہ حدیث میں ہے:

(۱) عن أبی قتادة ؓ قال: قال رجل: یا رسول اللّٰہ! أ رأیت إن قتلت فی سبیل اللّٰہ صابرا محتسبا مقبلا غیر مدبر یکفر اللّٰہ عنی خطایای؟ فقال: رسول اللّٰہ ﷺ: نعم. فلما أدبر ناداہ، فقال: نعم إلا الدّین، کذلک قال جبریل، رواہ مسلم (مشکوۃ صـ ۲۵۸)

ترجمہ: حضرت ابوقتادہ ؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے بتائیے! اگر میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید کر دیا جاؤں اس حال میں کہ میں صبر کرنے والا اور ثواب کا خواہش مند ہوں (یعنی میں دکھانے، سنانے کی غرض سے نہیں بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کی خاطر اور ثواب کی طلب میں جہاد کروں پھر شہید کر دیا جاؤں) اور اس طرح جہاد کروں کہ میدانِ جنگ میں دشمن کو پیٹھ نہ دکھاؤں، بلکہ ان کے سامنے سینہ سپر رہوں (یہاں تک کہ لڑتے لڑتے مارا جاؤں) تو کیا اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کو معاف کر دے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں! پھر جب وہ شخص (اپنے سوال کا جواب پا کر) واپس ہوا تو



آپ ﷺ نے اُسے آواز دی اور فرمایا کہ ہاں! اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ یقیناً معاف کر دے گا مگر قرض کو معاف نہیں کرے گا، مجھ سے جبرائیل علیہ السلام نے یہی کہا ہے۔

(۲) عن أبی ہریرة ؓ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: نفس المؤمن معلقة بدینه حتی یقضی عنه، رواہ الشافعی و أحمد و الترمذی و ابن ماجه و الدارمی (مشکوۃ صـ ۲۵۸)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مؤمن کی روح اپنے قرض کی وجہ سے اس وقت تک معلق رہتی ہے جب تک کہ اس کا قرض ادا نہ ہو جائے (یعنی جب کوئی قرض دار مر جاتا ہے تو اس کی روح اس وقت تک بندگانِ صالح کی جماعت میں داخل نہیں ہوتی جب تک اس کا قرض ادا نہ ہو جائے)

(۳) عن ثوبان ؓ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: من مات و ھو بریء من الکبر و الغلول و الدّین دخل الجنة، رواہ الترمذی و ابن ماجه و الدارمی (مشکوۃ ۲۵۹)

ترجمہ: حضرت ثوبان ؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اس حالت میں مرے کہ وہ تکبر، خیانت اور قرض سے پاک ہو تو وہ (مقبول بندوں کے ساتھ ہو کر) جنت میں داخل ہوگا۔

(۴) عن عبد اللّٰہ بن أبی ربیعة ؓ قال: استقرض منی النبی ﷺ أربعین ألفا فجاءہ مال فدفعه إلیّ و قال: بارک اللّٰہ تعالی فی أھلک و مالک إنما جزاء السلف الحمد و الأداء، رواہ النسائی (مشکوۃ صـ ۲۵۹)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ابی ربیعہ ؓ فرماتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ نے مجھ سے ایک موقع پر چالیس ہزار (درہم) قرض لیے تھے پھر جب آپ ﷺ کے پاس ایک بڑی مقدار میں مال آیا تو آپ ﷺ نے مجھے (وہ سب مال یا اس مال میں سے میرے قرض کے بقدر) دیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اہل وعیال اور تمہارے اموال میں برکت عطاء فرمائے، قرض

کا بدلہ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ (جب قرض مل جائے تو) شکر و ثناء کی جائے اور (جلد سے جلد) اس کی ادائیگی کا انتظام کیا جائے۔

(۵) عن سعد بن الأطول ؓ قال: مات أخي و ترک ثلاثمائة دينار و ترک ولدا صغارا فأردت أن أنفق عليهم، فقال لي رسول الله ﷺ: إن أخاک محبوس بدينه فاقض عنه، قال: فذهبت فقضيت عنه و لم تبق إلا امرأة تدعي دينارين و ليست لها بينة، قال: أعطها فإنها صادقة، رواه أحمد (مشکوٰۃ ص ۲۵۹)

ترجمہ: حضرت سعد بن الاطول ؓ کہتے ہیں کہ جب میرا بھائی مر گیا تو اس نے تین سو دینار اور چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے تھے، چنانچہ میں نے چاہا کہ ان تین سو دیناروں کو اس کے چھوٹے بچوں پر خرچ کر دوں (اور اس کا قرض ادا نہ کروں) لیکن رسولِ کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ تمھارا بھائی اپنے قرض کی وجہ سے (عالمِ برزخ میں) محبوس کر دیا گیا ہے (جس کے سبب وہ وہاں کی نعمتوں اور صلحاء کی صحبت سے محروم ہے) لہٰذا تم اس کا قرض ادا کر دو، حضرت سعد ؓ کہتے ہیں کہ (یہ سنتے ہی) میں گھر آیا اور اپنے بھائی کا قرض ادا کیا، پھر میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے اپنے بھائی کا قرض ادا کر دیا ہے، اب کسی کا کوئی مطالبہ باقی نہیں ہے، ہاں ایک عورت باقی رہ گئی ہے جو دو دینار کا دعویٰ کر رہی ہے لیکن اس کا کوئی گواہ نہیں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا اس کو بھی دو دینار دے دو، وہ سچی ہے۔

**وصف نمبر ۱۶** : مسلمان تاجر غیر مسلم تاجر کی طرح صرف اپنے پیٹ، اپنے دسترخوان اپنے لباس، اپنے مکان اور اپنی سواری وغیرہ کے لئے نہیں کماتا بلکہ کمانے میں اللہ تعالیٰ کی خوشی حاصل کرنے کی مختلف صورتوں میں خرچ کرنے کی نیت بھی کرتا ہے، وہ دینی ضرورتوں کے پورا کرنے کو اپنی ذمہ داری سمجھتا ہے، مقروض کے قرض کی ادائیگی اور مسکین کی



حاجت براری میں اپنے وسائل اور استطاعت کے موافق پیش پیش رہتا ہے، کیونکہ اس میں اس مسلمان تاجر کو اصل اور حقیقی نفع (یعنی جہنم سے بچاؤ اور حفاظت) ملنا یقینی طور پر نظر آتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

عن أبي سعيد الخدري ؓ قال: أتي النبي ﷺ بجنازة ليصلي عليها فقال: هل على صاحبكم دَين؟ قالوا: نعم قال: هل ترک له من وفاء؟ قالوا: لا! قال: صلوا على صاحبكم، قال علي بن أبي طالب: عليّ دينه، يا رسول اللّٰه! فتقدم فصلى عليه، وفي رواية معناه و قال: فک الله رهانک من النار كما فككت رهان أخيک المسلم، ليس من عبد مسلم يقضي عن أخيه دينه إلا فک الله رهانه يوم القيامة، رواه في شرح السنة (مشکوٰۃ ص ۲۵۹)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری ؓ کہتے ہیں (ایک دن) نبی کریم ﷺ کے سامنے ایک جنازہ لایا گیا تاکہ آپ ﷺ اس کی نماز پڑھائیں، آپ ﷺ نے (جنازہ لانے والوں سے) دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے اس ساتھی پر قرض بھی ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ ہاں! آپ ﷺ نے پھر پوچھا کہ کیا یہ شخص اپنے قرض کی ادائیگی کے بقدر (مال) چھوڑ گیا ہے؟ جواب دیا کہ نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تم لوگ اس کی نمازِ جنازہ پڑھ لو (میں نہیں پڑھوں گا) حضرت علی ؓ نے (یہ سن کر) کہا یا رسول اللہ! اس کے قرض کی ادائیگی میں اپنے ذمہ لیتا ہوں۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ آگے بڑھے اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔

ایک اور روایت میں ہے (مگر اس کے الفاظ اس سے مختلف ہیں) کہ آپ ﷺ نے (حضرت علی ؓ سے) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری جان کو اسی طرح نجات دے جس طرح تو نے اپنے مسلمان بھائی کی جان کو (قرض کے بوجھ سے) نجات دی (یاد رکھو!) جو مسلمان بندہ اپنے مسلمان بھائی کا قرض ادا کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی جان کو نجات دے گا۔

**وصف نمبر ۱۷** : مسلمان تاجر اگر کسی دوسرے سے شراکت میں کاروبار کرتا ہے تو شریک کی خیر خواہی کرتا ہے اور اسکو زیادہ نفع پہنچانے کی نیت سے محنت کرتا ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کو ساتھ لے کر تجارت کرنا چاہتا ہے اور اس کے لئے شریک کی خیر خواہی کرنا اور اس کو دھوکہ نہ دینا، خیانت نہ کرنا ضروری ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

عن أبی هریرة ؓ رفعه قال: إن الله عز وجل یقول: أنا ثالث الشریکین ما لم یخن صاحبه فإذا خانه خرجت من بینهما، رواه أبوداود وزاد رزین: و جاء الشیطان (مشکوٰة ص ۲۶۰)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ ؓ نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں دوشریکوں کے درمیان ایک تیسرا (نگہبان) ہوں جب تک کہ ان میں سے کوئی اپنے دوسرے شریک کے ساتھ خیانت نہیں کرتا، اور جب وہ خیانت اور بددیانتی پر اتر آتا ہے تو میں ان کے درمیان سے ہٹ جاتا ہوں۔ (ابوداود) اور رزین نے اس روایت کے آخر میں یہ الفاظ بھی نقل کیے ہیں "اور پھر ان کے درمیان شیطان آجاتا ہے۔"

**وصف نمبر ۱۸** : مسلمان تاجر کی دیانت داری اس معیار کی ہوتی ہے کہ دھوکا دینے والے اور خیانت کرنے والے کو بھی، نہ دھوکہ دیتا ہے نہ اس سے خیانت و بددیانتی کا معاملہ کرتا ہے کیونکہ وہ اس کو بلند اخلاق، اعلیٰ کردار اور حکم شرع سمجھتا ہے۔

عن أبی هریرة ؓ عن النبی ﷺ قال: أدِّ الأمانة إلى من ائتمنک و لا تخن من خانک، رواه الترمذی و أبو داود و الدارمی (مشکوٰة ص ۲۶۰)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ ؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے تمہیں امین بنایا ہے اس کی امانت اس تک پہنچا دو، جو شخص تمہارے ساتھ خیانت کرے تم اس کے ساتھ خیانت نہ کرو۔



**وصف نمبر ۱۹** : جب تک مال تجارت اس کے قبضے میں نہیں آتا، آگے دوسرے کو نہیں بیچتا کیونکہ مسلمان تاجر جانتا ہے کہ قبضہ سے پہلے بیع ممنوع اور نفع حرام ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

(۱) عن حکیم بن حزام ؓ قال: نهانی رسول الله ﷺ أن أبیع ما لیس عندی، رواه الترمذی و أبو داود و النسائی (مشکوٰة ص ۲۴۸)

ترجمہ: حضرت حکیم بن حزام ؓ فرماتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ نے مجھے منع کیا ایسی چیز کو بیچنے سے جو میرے قبضہ میں نہیں ہے۔

(۲) عن ابن عباس ؓ قال: أما الذی نهى عنه النبی ﷺ فهو الطعام أن یباع حتى یقبض، قال ابن عباس ؓ: و لا أحسب کل شیء إلا مثله، متفق علیه.

(مشکوٰة ص ۲۴۷)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ نے جس چیز کو منع کیا ہے وہ غلہ ہے کہ اس کو قبضہ میں لانے سے پہلے فروخت کرنا ممنوع ہے (یعنی قبضہ سے قبل غلہ بیچنے سے منع فرمایا ہے) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ اس بارے میں ہر چیز غلہ کی مانند ہے۔

(۳) عن ابن عمر ؓ قال: قال رسول الله ﷺ: من ابتاع طعاما فلا یبیعه حتى یستوفیه، و فی روایة ابن عباس: حتى یکتاله، رواه البخاری و مسلم.

(مشکوٰة ص ۲۴۷)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص غلہ خریدے تو اس کو اس وقت تک فروخت نہ کرے جب تک کہ اس کو پوری طرح (قبضہ میں) نہ لے لے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جب تک اس کو ناپ (کر قبضہ میں) نہ لے۔

**وصف نمبر ۲۰** : یاد رکھیے! بعض بے دین تاجر قرض دے کر اس سے دو طرح کا نفع لیتے ہیں۔

ایک یہ کہ قرض کے دباؤ میں اپنی کوئی چیز اس کے ہاتھ بازاری قیمت (مارکیٹ ریٹ) سے زیادہ قیمت پر فروخت کرتے ہیں۔

دوسرا یہ کہ قرض کی وجہ سے مقروض سے کوئی چیز سستے داموں خریدتے ہیں، اور یہ دونوں صورتیں ناجائز اور حرام ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے:

عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده قال: قال رسول الله ﷺ: لا یحل سلف و بیع و لا شرطان فی بیع و لا ربح ما لم یضمن و لا بیع ما لیس عندک، رواه الترمذی و أبو داود و النسائی (مشکوة صـ ۲۴۸)

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد اور وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا قرض اور بیع (ایک دوسرے سے معلق کر کے) حلال نہیں ہے، بیع میں دو شرطیں کرنی درست نہیں، اس چیز سے نفع اٹھانا درست نہیں جو ابھی ضمان (اور قبضہ) میں نہیں آئی اور اس چیز کو بیچنا جائز نہیں جو تمہارے پاس (یعنی تمہاری ملکیت) نہیں ہیں۔

**وصف نمبر ۲۱** : مسلمان تاجر مبیع اور سامان کا عیب نہیں چھپاتا بلکہ گاہک کو صاف صاف بتلاتا ہے کہ اس میں فلاں فلاں عیوب ہیں کیونکہ وہ جانتا ہے کہ عیب چھپانا موجبِ لعنت اور اللہ تعالیٰ کے غضب کے کاموں میں سے ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے:

عن واثلة بن الأسقع ؓ قال: سمعت رسول الله ﷺ یقول: من باع عیبا لم ینبه لم یزل فی مقت الله أو لم تزل الملائکة تلعنه، رواه ابن ماجه. (مشکوة صـ ۲۴۹)

ترجمہ: حضرت واثلہ بن الاسقع ؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسولِ کریم ﷺ کو یہ فرماتے



ہوئے سنا: جو شخص کسی عیب دار چیز کو اس طرح بیچے کہ اس کے عیب سے خریدار کو مطلع نہ کرے تو وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں رہتا ہے، یا یہ فرمایا کہ اس پر فرشتے ہمیشہ لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔

**وصف نمبر ۲۲** : مسلمان تاجر وعدہ کا پکا ہوتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے "اوفوا بالعهد" نازل فرما کر ہم کو باہم عہد و پیمان کے نبھانے کا حکم دیا ہے۔ حدیث میں وعدہ خلافی کو منافقت کی ایک خصلت بتلا کر ہم کو وعدہ خلافی سے بچنے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے:

عن أبی هریرة ؓ قال: قال رسول الله ﷺ: آیة المنافق ثلاث زاد مسلم: و إن صام و صلی و زعم أنه مسلم. ثم اتفقا: إذا حدث کذب و إذا وعد أخلف و إذا أوتمن خان (مشکوة صـ ۱۸)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: آپ ﷺ نے فرمایا: منافق کی تین علامتیں ہیں کہ جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو اس کے خلاف کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو اس میں خیانت کرے۔





## ﴿ٹائرز کا مروجہ کاروبار، مختلف صورتیں اور شرعی حکم﴾

مارکیٹ میں اس وقت درج ذیل صورتیں خرید وفروخت کی پائی جاتی ہیں، ان صورتوں سے متعلق تفصیلی جواب درکار ہے۔ امید ہے کہ حضرات مفتیانِ کرام اس سلسلے میں ہماری معاونت فرما کر درج ذیل سوالات کے جوابات عنایت فرمائیں گے۔

فجزاکم الله تعالیٰ احسن الجزاء.

سائل: تاجران ٹائرز مارکیٹ کراچی

﴿سوال نمبر۱﴾ کسی کو رقم کی ضرورت ہے وہ ٹائر کے دکاندار کے پاس جاتا ہے، دکاندار کو یہ معلوم ہے کہ اسے ٹائر کی ضرورت نہیں بلکہ رقم کی ضرورت ہے، لیکن دکاندار بدوں نفع اور سود قرض رقم دینے کے لئے تیار نہیں، اس لئے بجائے رقم کے ادھار پر ٹائر بیچ دیتا ہے، وہ ضرورت مند شخص دوبارہ اسی دکاندار کے ہاتھ نقد پر کم قیمت میں وہ ٹائر واپس بیچ دیتا ہے، اس طرح معاملہ کرنے سے دکاندار کو دوطرف سے نفع اور ضرورت مند کو نقد رقم مل جاتی ہے۔

﴿سوال نمبر۲﴾ سوال نمبر۱ میں ضرورت مند کبھی ٹائر ظاہری طور پر ثالث کے ہاتھ بیچ دیتا ہے، جبکہ وہ ثالث حقیقت میں اسی دکاندار کا آدمی ہوتا ہے، خواہ وہ اس کا ملازم ہو یا شریک، اسی طرح وہ ٹائر واپس اسی دکاندار کے پاس کم قیمت میں آجاتے ہیں۔

**جواب: ۱-۲:** یہ دونوں صورتیں ناجائز اور سود کھانے کا حیلہ ہیں۔

قال العلامة العيني رحمه الله تعالى: عن أبي اسحاق عن امرأته رحمها الله تعالىٰ أنها دخلت على عائشة رضي الله تعالىٰ عنها في نسوة فسألت امرأة فقالت: يا أم المؤمنين! كانت لي جارية فبعتها من زيد بن أرقم رضي الله تعالى عنه بثمان مائة الى العطاء (أي الأجل) ثم ابتعتها منه بست مائة فنقدت له ست



مائة و كتبت عليه بثمان مائة، فقالت: عائشة بئس ماشريت و بئس ما اشتريت أخبري زيد بن أرقم أنه قد أبطل جهاده مع رسول الله ﷺ الا أن يتوب، فقالت المرأة لعائشة رضي الله تعالىٰ عنها: أ رأيت ان أخذت رأس مالي و رددت عليه الفضل؟ فقالت: "فمن جاء ه موعظة من ربه فانتهى فله ما سلف"

(البناية في شرح الهداية ۷/۲۳۰،ط: رشيديه)

ترجمہ: ایک عورت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس چند عورتوں کے ساتھ آئی، تو اس عورت نے کہا: ام المؤمنین! میری ایک باندی تھی میں نے اس کو زید بن ارقم ؓ پر آٹھ سو درہم کے بدلے ادھار بیچا، پھر میں نے اس باندی کو زید بن ارقم ؓ سے چھ سو درہم کے بدلے خرید لیا اور چھ سو درہم میں نے ان کو نقد دے دیئے اور میں نے ان کے ذمے آٹھ سو درہم ادھار لکھ لئے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: برا ہے جو تو نے خریدا اور برا ہے جو تو نے بیچا، زید بن ارقم کو یہ بات پہنچادے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے جہاد کو جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیا تھا، باطل کردیا مگر یہ کہ وہ توبہ کرلیں پس اس عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کیا: آپ کیا سمجھتی ہیں کہ اگر میں اپنے رأس المال کو لے لوں اور زیادتی ان کو لوٹا دوں؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "پھر جس شخص کو پہنچی نصیحت اپنے رب کی طرف سے اور وہ باز آگیا تو اس کے واسطے ہے جو پہلے ہو چکا"

سود پر قرآنِ کریم اور احادیثِ مبارکہ میں شدید وعیدیں آئی ہیں، جن میں سے بعض یہ ہیں:

(۱) سود خوروں کے لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے اعلانِ جنگ ہے:

قال اللّٰه عزّ وجل: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ. فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ. (البقرة ۲۷۸،۲۷۹)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو کچھ سود کا بقایا ہے اس کو چھوڑ دو، اگر ایمان والے ہو۔ پھر اگر تم نہ کرو گے تو اعلان سن لو جنگ کا اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے۔''

(۲) سود کھانا کبیرہ اور تباہ کن گناہ ہے:

عن أبی هریرة ؓ عن النبی ﷺ قال: اجتنبوا السبع المُوبقات قالوا: یا رسول الله! و ما هن؟ قال: الشركُ بالله، و السّحرُ، و قتلُ النفس التی حرم الله الا بالحق، و اكل الربوا، و اكل مال الیتیم، و التولی یوم الزحف، و قذف المؤمنات الغافلات، متفق علیه (مشكوة ص ۱۷)

حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سات مہلک گناہوں سے بچو! صحابہ کرام ؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! وہ کون سے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی ذات یا صفات میں کسی کو شریک ٹھہرانا، جادو کرنا، اس جان کو ناحق قتل کرنا جس کا قتل اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے مگر جائز طور پر (بحکم شریعت)، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے گھمسان کی جنگ میں پیٹھ پھیر کر بھاگنا اور پاک دامن بے خبر مؤمنہ بیبیوں پر تہمت لگانا۔

(۳) سود کھانے والے، کھلانے والے، لکھنے والے اور اس پر گواہ بننے والے سب ملعون ہیں:

عن جابر ؓ قال: لعن رسول الله ﷺ اكل الربا، و موكله، و كاتبه، و شاهدیه و قال: هم سواء (مسلم ص ۲/۲۷)

حضرت جابر ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے، سود کھلانے والے، سود کی تحریر لکھنے والے اور سود پر گواہ بننے والوں پر لعنت بھیجی، اور فرمایا یہ سب گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔

(۴) اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لازم قرار دیا ہے کہ وہ سود خوروں کو جنت میں داخل نہ کرے۔



عن أبی هریرة ؓ قال: قال رسول الله ﷺ: أربعة حق علی الله أن لا یدخلهم الجنة، و لا یذیقهم نعیمها، مدمن الخمر، و آكل الربا، و آكل مال الیتیم بغیر حق، و العاق لوالدیه (المستدرک للحاكم، ص ۲/۳۳۸)

حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: چار شخصوں سے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنا ذمہ لیا ہے کہ انہیں جنت میں داخل نہ کریں گے اور نہ اس کی نعمتیں چکھائیں گے۔

(الف) شراب کا عادی (ب) سود خور

(ج) ناحق یتیم کا مال اڑانے والا (د) والدین کا نافرمان

(۵) سود میں ادنیٰ ترین گناہ ایسا ہے جیسے کوئی اپنی سگی ماں سے بدکاری کرے۔

عن عبدالله ؓ عن النبی ﷺ قال: الربا ثلاثة و سبعون بابا، أیسرها مثل أن ینكح الرجل أمه، و ان أربى الربا عرض الرجل المسلم (المستدرک للحاكم ص ۲/۳۳۸)

حضرت ابن مسعود ؓ فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سود میں تہتر گناہ ہیں جن میں ادنیٰ ترین گناہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص اپنی ماں سے بدکاری کرے، اور بدترین سود کسی مسلمان کی آبروریزی ہے۔

(۶) ایک درہم سود کا چھتیس زنا سے بدتر ہے۔

عن عبدالله بن حنظلة غسیل الملائكة قال: قال رسول الله ﷺ: درهم الربا یأكله الرجل و هو یعلم، أشد من ستة و ثلاثین زنیة (مسند الامام أحمد، ص ۶/۲۹۶)

ابن حنظلہ غسیل الملائکہ ؓ فرماتے ہیں: رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سود کا ایک درہم جسے کوئی جانتے ہوئے استعمال کرے چھتیس زنا سے بدتر ہے۔

(۷) سود کی ترویج اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دینا ہے۔

عن ابن مسعود ؓ عن النبی ﷺ، فذكر حدیثا و قال فیه: ما ظهر فی قوم الزنا و الربا الا أحلوا بأنفسهم عقاب الله (مجمع الزوائد ص ۴/۲۱۳)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس قوم میں زنا اور سود کا ظہور ہوا اس قوم نے یقیناً اللہ تعالیٰ کا عذاب اپنی جانوں پر اتار لیا۔

اگر کسی جہالت یا غفلت سے سود لیا، بعد میں متنبہ ہو کر نادم ہوا تو اس پر یہ تین امور واجب ہیں

(الف) توبہ و استغفار کرے۔

(ب) اپنی پوری رقم مع سود بینک سے نکال لے۔

(ج) بلا نیتِ ثواب سود کی رقم مساکین پر صدقہ کر دے۔

سود اور ہر قسم کا حرام مال بحکمِ لقطہ ہے، اور لقطہ کا حکم یہ ہے کہ اگر ضائع ہو جانے کا خطرہ ہو تو اٹھا لینا واجب ہے۔ پھر اگر مالک معلوم ہے اور اس تک پہنچانا ممکن ہے تو اس کو واپس کرنا ورنہ اس کی طرف سے بلا نیت ثواب مساکین پر تصدق واجب ہے۔

قال في الهندية: و السبيل في المعاصي ردها و ذلك ههنا برد المأخوذ ان تمكن من رده بأن عرف صاحبه و بالتصدق به ان لم يعرفه ليصل اليه نفع ماله ان كان لا يصل اليه عين ماله (الهندية ۵/۳۴۰)

و فيها أيضا: و انما طاب للمساكين على قياس اللقطة (الهندية ۳/۲۱۲)

و قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى: و مظالم جهل أربابها و أيس من عليه ذلك من معرفتهم فعليه التصدق بقدرها من ماله و ان استغرقت جميع ماله (الشامية ۶/۴۳۴ ط: رشيديه)

و قال رحمه الله تعالى أيضاً: (و وجب) أي فرض فتح وغيره (عند خوف ضياعها) كما مر لأن لمال المسلم حرمة كما لنفسه فلو تركها حتى ضاعت أثم (رد المحتار ۴/۲۷۶)



## بیع فاسد کا کیا حکم ہے؟

(۱) بیع فاسد میں مبیع سے ربح اور نفع حاصل کرنا، حرام اور حاصل شدہ نفع واجب التصدق ہے۔

قال الامام المرغيناني رحمه الله تعالى: قال: ((و من اشترى جارية بيعا فاسدا و تقابضها، فباعها و ربح فيها تصدق بالربح، و يطيب للبائع ماربح في الثمن)) و الفرق أن الجارية مما يتعين فيتعلق العقدبها، فيتمكن الخبث في الربح، و الدراهم و الدنانير لا تتعينان في العقود، فلم يتعلق العقد الثاني بعينها، فلم يتمكن الخبث فلا يجب التصدق، و هذا في الخبث الذي سببه فساد الملك الخ (الهداية ۳/ ۶۷، ۶۸)

(۲) بیع فاسد ناجائز اور بحکم سود ہے، سود پر بے شمار وعیدیں ہیں، جو سوال نمبر۲ کے جواب کے ذیل میں گزر چکی ہیں۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى: (فصل) و لو حكما فدخل ربا النسيئة و البيوع الفاسدة فكلها من الربا(رد المحتار ۷/ ۴۱۷، ط: رشيدية)

﴿سوال نمبر۳﴾ سوال نمبر۱ میں ضرورت مند کبھی ٹائر کو حقیقتاً اسی دکاندار کے بجائے کسی اور کے ہاتھ بیچ دیتا ہے جس کا اس دکاندار کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

جواب: یہ صورت جائز ہے۔

﴿سوال نمبر۴﴾ ضرورت مند دکاندار کے پاس گیا کہ مجھے ٹائر ادھار پر دے دو اس وقت چونکہ ان کے پاس اس مالیت کے وہ ٹائر موجود نہیں ہوتے تو وہ فون پر دوسرے دکاندار سے اتنی مالیت کے ٹائر خرید لیتا ہے، اور قبضہ کرنے سے پہلے ضرورت مند کے ہاتھ ادھار بیچ دیتا ہے، اور ایک پرچی بنا کر اس کو پکڑا دیتا ہے کہ فلاں دکاندار کے پاس ٹائر پڑے ہوئے ہیں

ضرورت مند وہاں جا کر اسی دکاندار پر نقد میں فروخت کر دیتا ہے۔

**جواب:** قبضہ نہ ہونے کی وجہ سے دکاندار کا ضرورت مند پر بیچنا پھر ضرورت مند کا پرچی لے کر اس دوسرے دکاندار پر بیچنا دونوں ناجائز ہیں۔

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال: قال رسول الله ﷺ: لا يحل سلف و بيع و لا شرطان في بيع و لا ربح ما لم يضمن و لا بيع ما ليس عندك، رواه الترمذي و أبو داود و النسائي (مشكوة صـ ۲۴۸)

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد اور وہ اپنے دادا حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا قرض اور بیع (ایک دوسرے سے متعلق کر کے) حلال نہیں ہے، بیع میں دو شرطیں کرنی درست نہیں، اس چیز سے نفع اٹھانا درست نہیں جو ابھی ضمان (قبضہ) میں نہیں آئی اور اس چیز کو بیچنا جائز نہیں جو تمہارے پاس (یعنی تمہاری ملکیت) نہیں۔

قال الملا علي القاري رحمه الله تعالى: و لا ربح ما لم يضمن يريد به الربح الحاصل من بيع ما اشتراه قبل أن يقبضه و ينتقل من ضمان البائع إلى ضمانه فإن بيعه فاسد. في شرح السنة: قيل: معناه إن الربح في كل شيء إنما يحل إن لو كان الخسران عليه فإن لم يكن الخسران عليه كالبيع قبل القبض إذا تلف فإن ضمانه على البائع و لا يحل للمشتري أن يسترد منافعه التي انتفع بها البائع قبل القبض لأن المبيع لم يدخل بالقبض في ضمان المشتري فلا يحل له ربح المبيع قبل القبض، و قال ابن حجر رحمه الله: يجوز أن يراد بيعه و عبر عنه بالربح لأنه سببه و أن يراد به حقيقة الربح الشامل للزوائد الحاصلة من المبيع كاللبن و المبيض (مرقاة المفاتيح ۶/۹۰، ۸۹ رشيديه قديم)

**﴿سوال نمبر۵﴾** سوال نمبر۴ میں دکاندار دوسرے دکاندار سے ضرورت مند کے مطلوبہ مالیت کے مطابق ٹائر خریدنے کے بعد اپنے قبضے میں لے کر ضرورت مند کو ادھار بیچ دیتے ہیں اور ضرورت مند کو قبضہ بھی دے دیتے ہیں پھر وہ ضرورت مند ان ٹائروں کو اسی دکان میں



واپس نقد پر بیچ دیتے ہیں۔

**جواب:** جس قیمت پر خریدا ہے اس قیمت پر یا اس سے زیادہ پر بیچ سکتا ہے اس سے کم پر بیچنا جائز نہیں۔

**﴿سوال نمبر۶﴾** ضرورت مند کسی ایسے مالدار کے پاس گیا جو ٹائروں کا دکاندار نہیں اور اس سے قرض مانگا اس نے کہا کہ آپ کے لئے ٹائر خریدتا ہوں پھر ٹائر خریدے اور قبضہ میں لانے سے پہلے ضرورت مند کے ہاتھوں قسطوں پر بیچ دیئے، پھر ضرورت مند نے اسی دکاندار پر قبضہ کیے بغیر بیچ دیئے۔

**جواب:** یہ صورت بھی، نمبر۴ کی طرح ناجائز ہے۔

**﴿سوال نمبر۷﴾** سوال نمبر۶ میں قبضہ کے بعد ضرورت مند کو قسطوں پر بیچا اور ضرورت مند نے بھی قبضہ میں لا کر اسی دکاندار کو نقد پر بیچا۔

**جواب:** اسی کو بیچے یا دوسرے کو بیچے، ہر دو صورتیں جائز ہیں۔

**﴿سوال نمبر۸﴾** ایک آدمی کو ٹائرز کی ضرورت ہے لیکن رقم پوری نہیں، ایک اور آدمی اس کے ساتھ شریک بن جاتا ہے، حقیقت میں وہ شریک اس کو قرض دے رہا ہے لیکن سود سے بچنے کے لئے رقم ملا کر نقد میں ٹائرز کا حصہ خرید لیتا ہے اور خریدنے سے قبل بطور وعدہ بیع اور منافع طے ہو جاتے ہیں، خریداری کے بعد پھر وہ اپنا حصہ قسطوں میں بیچ کر اس معاملہ سے الگ ہو جاتا ہے، کیا یہ حیلہ جائز ہے؟

**﴿سوال نمبر۹﴾** اکثر دکاندار کو معلوم ہوتا ہے کہ خریدار حیلہ گر ہے ایسی صورت میں کیا دکاندار کے لئے اس حیلہ باز آدمی کے ہاتھ ٹائرز بیچ کر اس حیلہ میں معاونت جائز ہے؟

**جواب ۸،۹:** جی ہاں! دونوں صورتیں جائز ہیں، کیونکہ یہ سود اور حرام سے بچنے کے حیلے

ہیں، البتہ وعدہ کو لازم سمجھ کر اس کی بنیاد پر دوسرے کو خریدنے پر مجبور کرنا، ناجائز اور مفسدِ عقد ہے۔

﴿سوال نمبر ۱۰﴾ ضرورت مند آدمی نے دکاندار سے فون پر ٹائرز لے کر اسی دکاندار سے کہا کہ آپ میرے لئے بیچ دو، دکاندار نے آگے بیچ دیئے حالانکہ خریدار یعنی ضرورت مند نے نہ ٹائرز دیکھے ہیں نہ قبضہ کیا ہے۔

جواب: قبضہ کئے بغیر نہ تو ضرورت مند خود بیچ سکتا ہے اور نہ ہی کوئی دوسرا اس کی طرف سے بیچ سکتا ہے۔

قال الامام المرغيناني رحمه الله تعالىٰ: و من اشترى شيئاً مما ينقل و يحول لم يجز له بيعه حتى يقبضه لأنه عليه السلام نهى عن بيع ما لم يقبض و لأن فيه غرر انفساخ العقد على اعتبار الهلاك (الهداية ۳/۱۱۸)

﴿سوال نمبر ۱۱﴾ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ٹائرز کی تصویر دکھا کر ٹائرز بیچ دیئے جاتے ہیں حالانکہ یہ معلوم نہیں کہ یہ ٹائرز اس بیچنے والے کے پاس ہیں یا نہیں؟ اور اس کا قبضہ ہے یا نہیں؟

جواب: بیع کرتے وقت ٹائرز بیچنے والے کی ملکیت اور قبضہ میں اگر ہیں تو یہ بیع جائز ہے اور ٹائرز دیکھنے کے بعد خریدنے والے کے لئے لینے اور نہ لینے کا اختیار ہوگا۔ اگر بیع کرتے وقت ٹائرز بیچنے والے کی ملکیت یا قبضہ میں نہیں ہیں تو پھر یہ بیع جائز نہیں ہے۔

عن حكيم بن حزام قال: نهاني رسول الله ﷺ أن أبيع ما ليس عندي، رواه الترمذي و أبو داود و النسائي (مشكوة صـ ۲۴۸)

ترجمہ: حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے مجھے اس چیز کے بیچنے سے منع فرمایا جو میرے پاس نہیں۔

﴿سوال نمبر ۱۲﴾ مقروض آدمی نے دکاندار کو قرض ادا کرنے کا وقت پورا ہونے پر فون کیا



کہ مجھ پر مزید ٹائر بیچ دو اور پھر میری طرف سے کسی اور پر فروخت کر دو اور اپنا قرضہ وصول کر لو اس طریقے پر مقروض پر مزید قرضہ چڑھتا جاتا ہے، اور دکاندار کا نفع/سود بڑھ جاتا ہے۔

جواب: یہ معاملہ بھی بیع قبل القبض ہونے کی وجہ سے جائز نہیں۔

﴿سوال نمبر ۱۳﴾ دکاندار کا ضرورت مند پر جو قرضہ ہے اس کی مدت پوری ہو چکی ہے جبکہ ضرورت مند کے پاس انتظام نہیں، دکاندار اپنے قرضے کی وصولی کے لئے مزید ٹائرز ادھار پر دیتا ہے، ضرورت مند اس کو کسی اور پر نقد پر بیچ کر سابقہ قرضہ ادا کر دیتا ہے اور اس سے زیادہ قرضے میں مبتلا ہو جاتا ہے اور دکاندار کو مزید نفع/سود مل جاتا ہے۔

جواب: جائز ہے، کیونکہ یہ سود سے بچنے کا حیلہ ہے۔ اسی قسم کے ایک حیلے کے جواز کی حضرات فقہاءِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے درج ذیل عبارت میں تصریح فرمائی ہے۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: رَجُلٌ لَهُ عَلَى رَجُلٍ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ فَأَرَادَ أَن يَجعَلَهَا ثَلَاثَةَ عَشَرَ إِلَى أَجَلٍ قَالُوا يَشتَرِي مِنَ المَديُونِ شَيئاً بِتِلكَ العَشَرَةِ، وَ يَقبِضُ المَبِيعَ، ثُمَّ يَبِيعُهُ مِنَ المَديُونِ بِثَلَاثَةَ عَشَرَ إِلَى سَنَةٍ فَيَقَعُ التَّحَرُّزُ عَنِ الحَرَامِ، قَاضِي خَان مِن فَصلٍ فِيمَا يَكُونُ فِرَارًا عَنِ الرِّبَا مِن كِتَابِ البُيُوعِ وَ فِيهِ حِيَلٌ أُخرَى فَرَاجِعهَا. أَقُولُ: مُقتَضَاهُ أَنَّهُ يَصِحُّ أَن يَحتَالَ لِجَعلِ العَشَرَةِ ثَلَاثَةَ عَشَرَ، وَ فِي الدُّرِّ المُختَارِ فِي آخِرِ بَابِ القَرضِ مَا نَصُّهُ: قُلتُ: وَ فِي مَعرُوضَاتِ المُفتِي أَبِي السُّعُودِ وَ لَو ادَانَ زَيدٌ العَشَرَةَ بِاثنَي عَشَرَ أَو بِثَلَاثَةَ عَشَرَ بِطَرِيقِ المُعَامَلَةِ فِي زَمَانِنَا بَعدَ أَن وَرَدَ الأَمرُ السُّلطَانِيُّ، وَ فَتوَى شَيخِ الإِسلَامِ بِأَن لَا تُعطَى العَشَرَةُ بِأَزيَدَ مِن عَشَرَةٍ وَ نِصفٍ وَ نَبَّهَ عَلَى ذَلِكَ فَلَم يَمتَثِل مَاذَا يَلزَمُهُ فَأَجَابَ يُعَزَّرُ وَ يُحبَسُ إِلَى أَن تَظهَرَ تَوبَتُهُ وَ صَلَاحُهُ فَيُترَكُ (الى قوله) فَإِنَّمَا يُحبَسُ المُخَالِفُ وَ يُعَزَّرُ لِمُخَالَفَتِهِ الأَمرَ السُّلطَانِيَّ لَا لِفَسَادِ المُبَايَعَةِ فَإِنَّهُ لَو أَقرَضَ مِائَةَ دِرهَمٍ مَثَلًا وَ بَاعَ مِنَالمُستَقرِضِ سِلعَةً بِعِشرِينَ دِرهَمًا بِعَقدٍ شَرعِيٍّ

صَحَّ البَيعُ وَ إن كَانَت تِلكَ السِّلعَةُ تُسَاوِي دِرهَمًا وَاحِدًا، لِأنَّ النَّهيَ السُّلطَانِيَّ لَا يَقتَضِي فَسَادَ العَقدِ المَذكُورِ ، ألَا تَرَى أنَّهُ يَصِحُّ عَقدُ البَيعِ بَعدَ النِّدَاءِ فِي يَومِ الجُمعَةِ مَعَ وُرُودِ النَّهيِ الإلٰهِيِّ وَ إن أثِمَ ، وَ مَا ذَاكَ إلَّا لِأنَّ النَّهيَ لَا يَقتَضِي الفَسَادَ كَالصلاة فى الأرضِ المَغصُوبَةِ تَصِحُّ مَعَ الإثمِ كَمَا تَقَرَّرَ فِي كُتُبِ الأصُولِ (تنقيح الحامديه ۲/ ۲۴۵)

﴿سوال نمبر۱۴﴾ ٹائرز کی ایجنسی لینا کہ وہ ٹائر اس ایجنسی کے سوا کسی اور کے پاس نہیں ملے گا اور اس طریقے سے یہ ایجنسی والا مقابل نہ ہونے کی وجہ سے مارکیٹ میں اپنی من مانی کرتا ہے اور جو چاہے ریٹ مقرر کرتا ہے۔

جواب: جائز ہے، بشرطیکہ اس کا ریٹ غبنِ فاحش تک نہ پہنچے، ورنہ مسئلہ نمبر ۲۴ کے احکام جاری ہوں گے۔

﴿سوال نمبر۱۵﴾ مشتری نے ٹائرز کا کنٹینر خریدا اور بغیر دیکھے اور قبضہ کئے دوسرے علاقے میں کسی اور کے ہاتھ بیچ دیا۔

جواب: یہ بیع فاسد اور بحکم سود ہے۔ فریقین پر واجب ہے کہ اس بیع کو ختم کر کے نئے سرے سے قبضہ کے بعد بیع کریں۔

﴿سوال نمبر۱۶﴾ دکاندار جھوٹ بول کر نقد قیمت زیادہ بتادیتا ہے، جس کی وجہ سے قسطوں میں بھی قیمت زیادہ ہوجاتی ہے۔

جواب: اگر خریدار نے مارکیٹ ریٹ پوچھا ہے۔ اور دکان دار نے عمداً غلط اور زیادہ بتایا تو یہ جھوٹ ہے۔ البتہ منافع حلال ہے دکاندار پر اس جھوٹ جیسے گناہ کبیرہ سے توبہ استغفار کرنا واجب ہے، جھوٹ بولنے والے تاجر پر احادیث مبارکہ میں بہت سخت وعیدیں آئی ہیں۔

عن ابی ہریرة ؓ قَالَ: سَمِعتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: الحلف مُنَفِّقَةٌ



لِلسِّلعَةِ مُمحِقَةٌ لِلبَرَكَة. (البخارى ۱/ ۲۸۰، باب يمحق الله الربا و يربى الصدقات)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ قسم (شروع) میں تو مال و اسباب میں (منفعت) رواج (اور بکنے) کا سبب بنتی ہے، لیکن (انجام کار) برکت کے خاتمے کا سبب بن جاتی ہے۔

عن أبی ذر ؓ عن النبی ﷺ قال: "ثلاثة لا يكلمهم الله يوم القيامة و لا ينظر اليهم و لا يزكيهم، و لهم عذاب اليم" قال أبو ذر: خابوا و خسروا من هم؟ يارسول الله! قال: المسبل، و المنان و المنفق سلعته بالحلف الكاذب" رواه مسلم (مشكوة المصابيح، باب المساهلة فى المعاملة ۱/ ۲۴۳)

ترجمہ: حضرت ابوذر ؓ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "تین شخص ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ تو ان سے (مہربانی وعنایت کا) کلام کرے گا نہ (بنظر رحمت وعنایت) ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ان کو (گناہوں سے) پاک کرے گا اور ان تینوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ ابوذر ؓ نے پوچھا کہ یارسول اللہ! یہ لوگ تو خیرو بھلائی سے محروم ہیں یہ کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک تو پائنچے (ٹخنے سے نیچے) لٹکانے والا، دوسرا کسی کو کوئی چیز دے کر احسان جتلانے والا، اور تیسرا جھوٹی قسم کھا کر اپنی تجارت بڑھانے والا۔

عن عبد الرحمن بن أبى أوفى ؓ: أن رجلا أقام سلعة و هو فى السوق فحلف بالله لقد أعطى بها ما لم يعط ليوقع فيها رجلا من المسلمين فنزلت (إن الذين يشترون بعهد الله و أيمانهم ثمنا قليل) (آل عمران: ۷۷)

ترجمہ: عبد الرحمٰن بن ابی اوفی ؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے بازار کے اندر اپنے سودے کو رواج دیا اور اس نے قسم کھائی اللہ تعالیٰ کی کہ مجھے پیش کش کی گئی ہے اس سودے کی اتنی قیمت پر تاکہ مسلمانوں میں سے کسی شخص کو اس میں واقع کردے (یعنی غلط تاثر دے کر

پیسہ وصول کرلے) پس یہ آیت نازل ہوئی "بے شک وہ لوگ جو خریدتے ہیں اللہ کے عہد اور اپنے قسموں کے عوض قیمت تھوڑی سی یہ (وہ) لوگ ہیں (کہ نہیں ہے) ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ اور نہ کلام کرے گا ان سے اللہ تعالیٰ نہ دیکھے گا ان کی طرف (نظرِ رحمت سے) قیامت کے دن اور نہ انھیں پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔"

﴿سوال نمبر ۱۷﴾ ایک دکاندار کے پاس مال نہیں، کوئی اس سے مارکیٹ ریٹ معلوم کر کے اس کا منافع معلوم کرنا چاہتا ہے۔ مارکیٹ میں اس کے مختلف ریٹس ہیں تو دیانت کا تقاضا کیا ہے کہ دکاندار کونسا ریٹ بتائے؟

جواب: جس ریٹ پر آپ خود نقد پر دوسروں کو دیتے ہیں وہ بتایا جائے۔ اگر مارکیٹ میں آپ کے ریٹ سے کم یا زیادہ ریٹس ہیں تو یہ بھی بتایا جائے کہ مارکیٹ میں اس کے کم اور زیادہ کے بھی ریٹس ہیں۔

﴿سوال نمبر ۱۸﴾ قبضہ کی تعریف کیا ہے اور کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: مبیع جب بائع کے پاس ہو تو قبضے کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) قبضہ حقیقی (۲) قبضہ حکمی

(۱) قبضہ حقیقی: قبضہ حقیقی یہ ہے کہ مشتری مبیع کو بائع سے ہاتھ در ہاتھ وصول کرے۔

(۲) قبضہ حکمی: قبضہ حکمی یہ ہے کہ بائع مبیع کو دوسرے اموال سے الگ کر کے مشتری اور مبیع کے درمیان قبضہ کے ہر مانع اور رکاوٹ کو ہٹا دے، تا کہ مشتری مبیع میں ہر قسم کے تصرف پر قادر ہو جائے، اس کو اصطلاح میں "تخلیہ" بھی کہتے ہیں۔

پھر غیر مثلی چیزوں میں (یعنی ایک جنس کی وہ چیزیں جو ایک جیسی شمار نہیں ہوتیں جیسے چوپائے مویشی) اور معدوداتِ متفاوتہ (یعنی وہ اشیاء جو گن کر بیچی جاتی ہیں اور آپس میں ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں مثلاً کیلے، مالٹے وغیرہ) میں تخلیہ



اتفاقاً قبضِ تام (مکمل قبضہ) ہے۔

مثلی چیزوں (یعنی وہ چیزیں جو ایک دوسرے کی مثل شمار ہوتی ہیں مثلاً گندم، جوار، باجرہ، سونا، چاندی، ایک برانڈ کے ٹائر، ایک نام کی کتابیں، ایک نام کے برتن وغیرہ) اور معدوداتِ متقاربہ (یعنی وہ اشیاء جو گن کر فروخت کی جاتی ہیں اور آپس میں ایک جیسی شمار کی جاتی ہیں جیسے انڈے وغیرہ) کا حکم یہ ہے کہ اگر تخمیناً اور اندازے سے بیچے گئے ہوں تو "تخلیہ" سے اتفاقاً قبضہ تام ہو جائے گا۔

اگر کیل یا وزن یا گن کر بیچے گئے ہوں تو جب کیل یا وزن یا گنتی کر لی جائے اتفاقاً قبضہ تام ہو جائے گا۔

قبضہ کی ان صورتوں کے بغیر مشتری کے لئے آگے بیچنا جائز نہ ہوگا۔

ٹائرز چونکہ مثلیات یا معدوداتِ متقاربہ میں سے ہیں لہٰذا جب عدداً گن کر بیچے جائیں تو ان کا حکم مکیلات اور موزونات کی طرح ہے یعنی صرف مشتری یا اس کے وکیل کے سامنے علیحدہ کر کے گننے سے ہی قبضہ تام ہو جائے گا۔

﴿سوال نمبر ۱۹﴾ وعدۂ بیع کا کیا حکم ہے؟ کیا اس کا پورا کرنا واجب ہے، نیز اس وعدۂ بیع کی وجہ سے بعد میں بیع پر مجبور کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

**جواب**: وعدۂ بیع کے مسائل درج ذیل ہیں۔

## ﴿وعدہ کے مسائل﴾

**مسئلہ نمبر ۱**: گاہک نے دکاندار سے کہا کہ اگر فلاں قسم کا مال (ٹائرز وغیرہ) آپ منگوا دیں تو میں اتنی قیمت پر خریدنے کا وعدہ کرتا ہوں یا خریدوں گا اور اسکے دل میں وعدہ کرتے وقت یہ بدنیتی تھی کہ اس وعدہ کو پورا نہ کروں گا، اور اس سے یہ مال نہیں خریدوں گا۔

ایسی وعدہ خلافی کو احادیث مبارکہ میں نفاق، یا نفاق کی علامت کہا گیا ہے، اور یہ وعدہ خلافی جھوٹ، دھوکہ اور حرام ہے۔

**مسئلہ نمبر ۲:** بوقتِ وعدہ پورا کرنے کا دل میں ارادہ تھا لیکن بعد میں اتفاقاً کسی وجہ سے پورا نہ کرسکا اور وعدہ خلافی ہوگئی۔

ایسے وعدہ کا حکم یہ ہے کہ حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ اس وعدہ کا پورا کرنا واجب نہیں، بلکہ مستحب ہے اور مکارم اخلاق میں سے ہے۔

(عمدۃ القاری ۱۲/۱۲۱، مرقاۃ ۴/۶۵۳، الاذکار للنووی صفحہ ۲۸۲، بحوالہ غیر سودی بینکاری صفحہ ۱۳۸)

الحاصل: اس صورت میں وعدہ خلافی کی وجہ سے اس کو منافق کہنا، زبان کا کچا کہنا اور مختلف طعنوں سے اس کو ذلیل کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں۔

**مسئلہ نمبر ۳:** پورا کرنے کی نیت سے وعدہ کرنے کے بعد کسی وجہ سے اب مال کی خریداری کو نقصان سمجھتا ہے، کیا دکاندار وعدے کی بنیاد پر گاہک کو خریداری پر مجبور کرنے یا اس سے کسی قسم کا تاوان لینے کا حق رکھتا ہے یا نہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں دکاندار کے لئے جائز نہیں کہ وہ گاہک کو خریداری پر مجبور کرے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ اس قسم کے وعدے سے متعلق ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: ''اگر زید عمرو کو اور عمرو زید کو بیع وشراء پر بنا بر وعدہ سابقہ مجبور نہ کرے تو جائز ہے اور اگر مجبور کرے، ناجائز ہے (امداد الفتاویٰ ۳/۴۰)

**مسئلہ نمبر ۴:** گاہک ایک مالدار یا دکاندار کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ مجھے فلاں قسم کے ٹائرز یا فریج وغیرہ خرید کر بیچ دو، اس مالدار/ دکاندار نے گاہک کو رقم دے کر خریداری کا وکیل بنا دیا کہ تم خود پہلے میرے لئے خریدو تاکہ بعد میں تم اس مال میں کوئی نقص



یا عیب نہ بتاؤ۔ پھر دوبارہ مجھ سے اپنے لئے خرید لو، گاہک نے خوشی سے یہ شرط قبول کرلی اور وعدۂ بیع کرلیا۔

اس صورت کا حکم یہ ہے کہ عیب نہ بتلانے کی شرط سے اس کا حق ساقط نہ ہوگا اگر گاہک کو اپنے لئے خریدتے وقت عیب اور نقص کا پتہ چل گیا تو گاہک کو شرعاً یہ حق حاصل ہے کہ اس عیب اور نقص کی وجہ سے مال نہ خریدے، مالدار/ دکاندار کے لئے جائز نہیں کہ اس کو خریداری پر مجبور کرے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ اس قسم کے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں ''اس کہنے سے عمرو کا حق مال کو ناقص بتلانے کا وقتِ مرابحہ فیما بینھما زائل نہیں ہوا عمرو کو مثل مشتری اجنبی کے تمام حقوق حاصل ہیں۔ البتہ زید کو یہ اختیار حاصل ہے کہ جس وقت عمرو اجیر اور وکیل ہونے کی حیثیت سے مال لایا ہے، اگر ناقص مال لانے سے منع کر دیا تھا تو ناقص ہونے کی صورت میں عمرو سے بوجہ مخالفت کرنے کے روپیہ لے لے مگر جب مال کو قبول کرلیا تو زید کو کوئی حق نہیں رہا مگر عمرو کو یہی حق حاصل ہے (امداد الفتاویٰ ۳/۴۱)

**تنبیہ:** اسلام کے نام پر جو بینک وجود میں آئے ہیں ان میں مسئلہ نمبر ۳ اور مسئلہ نمبر ۴ دونوں کے خلاف معاملات ہو رہے ہیں۔ لہٰذا ان بینکوں سے احتراز لازم ہے۔

**مسئلہ نمبر ۵:** ایک شخص کو دکان کے لئے سرمائے کی ضرورت ہے، اس نے مالدار سے کہا کہ مجھے فلاں قسم کے ٹائرز کی ضرورت ہے آپ خرید کر مجھے ادھار بیچ دو، اگر میں نے وقت پر ادھار ادا نہ کیا تو دکان میں جو مال پڑا ہوا ہوگا وہ نقد کے ریٹ سے قرض کے عوض تجھے بیچ دوں گا، اور پھر زیادہ قیمت پر ادھار پر تجھ سے خرید لوں گا، پھر اگر یہ ادھار وقت پر ادا نہیں ہوا تو پھر اس طریقے پر بیع وشراء کرلیں گے تاکہ آپ کو ادھار سے نفع ملتا رہے، مال دار اس پر راضی ہوا اور باہم اس طریقۂ کار پر وعدہ ہوگیا۔

اس طرح وعدہ کرنا اور اس کا نبھانا اور دکاندار کو وعدہ کی بنیاد پر دوبارہ خریداری پر مجبور کرنا ناجائز اور حرام ہے۔ البتہ بدوں وعدہ اور جبر کے جائز ہے۔

حضرت حکیم الامت قدس سرہ ایسے ہی ایک سوال کے جواب میں رقمطراز ہیں "اگر اس میں یہ شرط ٹھہری کہ پھر عمرو سے زید اس کو خریدے گا تو حرام ہے اور اگر یہ شرط نہ ٹھہری پھر اگر آزادی سے جدید رائے سے خریدے جائز ہے (امدادالفتاویٰ ۳/۴۰)

**مسئلہ نمبر ٦:** ایک شخص نے کسی ضرورت سے اپنے مکان یا دکان کے اندر پڑے ہوئے ٹائرز دوسرے کو فروخت کئے بیع کے تام ہونے کے بعد اس نے خریدار سے یہ وعدہ لیا کہ اگر فلاں مہینہ کی فلاں تاریخ تک میں نے یہ رقم آپ کو واپس کردی تو یہ مکان اور ٹائرز اسی قیمت میں واپس دوگے، خریدار نے یہ وعدہ قبول کرلیا۔

اس وعدہ کو دیانۃً (یعنی فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ) پورا کرنا واجب ہے، قضاءً واجب نہیں (کمافی بیع الوفاء)۔

﴿سوال نمبر۲۰﴾ ایک دکاندار دوسرے دکاندار سے ٹائرز خریدنا چاہتا ہے لیکن وہ دکاندار اس پر اعتماد نہیں کرتا جس کی وجہ سے یہ مشتری ایک اور دکاندار کو اس پہلے دکاندار سے ٹائرز خریدنے کی بات کرتا ہے دوسرا دکاندار پہلے دکاندار سے خرید کر اس مشتری کے ہاتھ بیچ دیتا ہے۔ ٹائرز اسی پہلی دکان پر پڑے رہتے ہیں۔ مثلاً دس لاکھ کے ٹائرز دکاندار بارہ لاکھ کے ادھار بیچ دے۔

﴿سوال نمبر۲۱﴾ ایک اور صورت وہ یہ کہ ثالث آدمی دکاندار سے نقد پر ٹائرز خرید کر ضرورت مند کے ہاتھ قسطوں میں بیچدے اور پھر ضرورت مند یہ ٹائرز کسی بھی دکاندار کو فروخت کردے؟

جواب ۲۰، ۲۱: خریدنے کے بعد جب تک ان پر قبضہ نہ کرے آگے دوسرے کو بیچنا



جائز نہیں۔

﴿سوال نمبر۲۲﴾ کسی کے پاس رقم ہے لیکن وہ دکاندار کو مضاربت پر دینے کے بجائے ٹائرز خرید کر دکاندار کے ہاتھ قسطوں پر بیچ دیتا ہے، اور پھر دکاندار قسطوں میں اس کی رقم ادا کرتا رہتا ہے کیا یہ جائز ہے؟

﴿سوال نمبر۲۳﴾ انتہائی مجبوری مثلاً بیماری وغیرہ کی صورت میں اگر کوئی رقم دینے کے لئے تیار نہ ہو تو کیا اس صورت میں اس طرح کا حیلہ کرکے یہ رقم حاصل کرنا جائز ہے؟

جواب ۲۲، ۲۳: دونوں صورتیں جائز ہیں بشرطیکہ قبضہ کے بعد بیچیں۔

﴿سوال نمبر۲۴﴾ مارکیٹ میں تین چار دکانداروں کے پاس ایک ہی قسم کے ٹائرز ہیں جب گاہک ایک دکاندار کے پاس جاتا ہے تو وہ اس کو 37300/= ریٹ بتاتا ہے دوسرا دکاندار اس کو 37200/= بتاتا ہے تیسرا اس کو 37100/= بتاتا ہے اس طریقے سے گاہک کا فائدہ ہوجاتا ہے۔ اب اگر یہ تین چار دکاندار آپس میں ایک دام پر مل کر اتفاق کرلیں کہ 37300/= سے کم نہیں بیچنا۔ تو آیا اس طریقے سے دکانداروں کا آپس میں اتفاق کرنے میں کوئی شرعی قباحت تو نہیں؟

یہ بات ملحوظ رہے کہ اس سے گاہک کا نقصان ہوتا ہے اور دکاندار کا فائدہ جبکہ پہلی صورت میں گاہک کو فائدہ اور دکاندار کے نفع میں کمی آتی ہے۔

جواب: ثمن بائع کا حق ہے اس وجہ سے اس کے تعین کا اختیار بھی بائع ہی کو دیا گیا ہے لہٰذا دکانداروں کا باہمی رضامندی سے ایک ہی ریٹ پر متفق ہونے میں کوئی شرعی قباحت نہیں، البتہ اگر انہوں نے اتنا زیادہ ریٹ مقرر کیا جو غبنِ فاحش کہلاتا ہے تو حاکمِ وقت اہلِ رائے حضرات سے مشورہ کرکے کم ریٹ مقرر کرسکتا ہے۔

﴿سوال نمبر۲۵﴾ اکثر تاجر تجارت میں جھوٹ، وعدہ خلافی، امانت میں خیانت، اپنی چیز

کی بے جا تعریف اور جو چیز اپنے پاس نہیں ہے اس کی مذمت اور قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا وغیرہ باتوں میں مبتلا رہتے ہیں، ان پر بھی کچھ روشنی ڈالئے کہ مسلمان تاجر کے لئے اور اپنی مزدوری کو حلال کرنے کے لئے ان باتوں سے کس قدر پرہیز کی ضرورت ہے؟

**جواب:** تجارت کے اصول میں سے یہ ہے کہ وہ شریعت کے موافق ہو، اس طرح تجارت کرنے اور شریعت کے موافق اوصاف کے حامل تاجروں کی فضیلت احادیثِ نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام میں آئی ہے جس کا کچھ ذکر رسالہ ہذا کے مقدمہ میں مسلمان تاجر کے اوصاف کے عنوان سے گزر چکا ہے۔

تجارت میں جھوٹ بولنا، وعدہ خلافی کرنا، امانت میں خیانت کرنا، اپنی چیز کی بے جا تعریف کر کے لوگوں کو دھوکا دینا بدترین گناہ ہیں۔ حدیث شریف میں ان کو منافقت کی نشانیاں قرار دے کر ان بری خصلتوں کے اختیار کرنے والوں کو منافقین کہا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"و عن عبد الله بن عمرو ؓ أن النبي ﷺ قال: أربع من كن فيه كان منافقا خالصا و من كانت فيه خصلة منهن كانت فيه خصلة من النفاق حتى يدعها إذا اؤتمن خان و إذا حدث كذب و إذا عاهد غدر و إذا خاصم فجر.

(البخاری و مسلم، مشکوۃ صـ۱۷)

ترجمہ: جس شخص میں چار باتیں ہونگی وہ پورا منافق ہے اور جس میں ان میں سے کوئی ایک بات بھی پائی جائے گی (تو سمجھ لو) اس میں نفاق کی ایک خصلت پیدا ہوگئی تاوقتیکہ اس کو چھوڑ نہ دے (اور وہ چار باتیں یہ ہیں) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے، تو خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب قول واقرار کرے تو اس کے خلاف کرے، جب جھگڑے تو گالیاں بکے۔



اسی طرح قرض کی ادائیگی پر قادر ہونے کے باوجود قرض ادا نہ کرنا اور اس میں ٹال مٹول سے کام لینے کو حدیث شریف میں ظلم کہا گیا ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

"مطل الغنی ظلم" (البخاری و مسلم، مشکوۃ صـ۲۵۱)

ترجمہ: صاحبِ استطاعت کا (ادائیگی قرض میں) تاخیر کرنا ظلم ہے۔

اس حدیث کی تشریح میں علماء نے لکھا ہے کہ جو شخص کوئی چیز خریدے اور اس کی قیمت ادا کرنے کی استطاعت رکھنے کے باوجود قیمت ادا نہ کرے یا کسی کا قرض دار ہو اور ادائیگی قرض پر قادر ہونے کے باوجود (قرض ادا کرنے میں) تاخیر کرے تو یہ ظلم ہے، بلکہ بعض علماء نے تو یہ لکھا ہے کہ یہ فسق ہے اور اس کی وجہ سے ایسے شخص کی گواہی رد ہوتی ہے (مظاہر حق جدید ۳/۱۲۶)

﴿سوال نمبر۲۶﴾ ایک آدمی کو ٹائرز خریدنے کے لئے رقم کی ضرورت ہے، رقم والا بجائے رقم دینے کے اسے ٹائرز کی دکان پر لے جا کر نقد پر ٹائر خریدتا ہے اور ضرورت مند کو قسطوں پر بیچ دیتا ہے، ٹائرز اسی دکان پر پڑے رہتے ہیں، کیا صرف دیکھنے سے قبضہ تام سمجھ کر آگے بیچ سکتا ہے؟

**جواب:** اگر دوسرے ٹائروں سے الگ کر کے دیکھا دیا اور اٹھا کر لے جانے اور ہر قسم کا تصرف دے دیا تو قبضہ تام ہوگیا، اور اب آگے بیچ بھی سکتا ہے۔

﴿سوال نمبر۲۷﴾ ایک خریدار نے دوسرے ملک یا علاقہ میں کنٹینر خریدا اور بائع سے خاص رقم پر اپنی جگہ تک پہنچانے کی بات کی اس درمیان بارڈر سخت ہوگیا اور بائع نے زیادہ رقم کا مطالبہ کیا اور اس کی وجہ سے بائع اور مشتری کے درمیان جھگڑا ہوگیا۔

﴿سوال نمبر۲۸﴾ کنٹینر خریدا اور بائع کے علاوہ ایک اور شخص نے ایک خاص رقم پر مشتری تک پہنچانے کی ذمہ داری لی اس درمیان بارڈر سخت ہوگیا اور اس شخص نے زیادہ رقم کا

مطالبہ کیا جس کی وجہ سے اس شخص اور مشتری کے درمیان جھگڑا ہوگیا۔

جواب ۲۷، ۲۸: دونوں صورتوں میں فسخِ اجارہ کا حق حاصل ہے یعنی مشتری اور مالک سے کہہ دے کہ اتنی رقم پر اب ان حالات میں میرے لئے لے جانا اتنے کرائے پر بے فائدہ بلکہ نقصان دہ ہے۔ فسخِ اجارہ کے بعد اگر دوبارہ عقدِ جدید ہو جائے تو اس کے مطابق معاملہ کیا جائے۔

﴿سوال نمبر ۲۹﴾ کسی شخص نے چائنا کی کمپنی سے پچیس فیصد رقم یا بعض اوقات اس سے زیادہ یا مکمل رقم بطورِ ایڈوانس دے کر ٹائرز خریدے ابھی ٹائرز چائنا سے روانہ نہیں ہوئے کچھ دن یا بعض اوقات زیادہ دنوں بعد یہ ٹائرز کمپنی روانہ کرتی ہے، اب یہ شخص زید پر اس ٹائرز کے کنٹینرز کو فروخت کرتا ہے، زید ان ٹائرز کے کنٹینرز کو بکر پر فروخت کردیتا ہے، جبکہ یہ کنٹینرز ابھی تک روانہ نہیں ہوئے، یا اکثر سمندری جہاز میں ہوتے ہیں۔

بالکل اسی طرح بکر بھی بعض اوقات سمندر میں یا پورٹ پر اترنے کے بعد اور بعض اوقات راستوں میں یا گودام میں کنٹینرز کو اپنے قبضے میں لینے سے پہلے فروخت کردیتا ہے۔

کمپنی سے زید تک، زید سے بکر تک اور بکر کے بعد کسی اور تک ان میں سے کسی بھی شخص تک پہنچنے سے قبل اگر ٹائرز کے کنٹینرز کا نقصان ہوگیا وہ نقصان کسی بھی صورت میں ہو، شریعت کی رو سے کس کا ہوگا؟

ان صورتوں میں بارڈر سے کراچی تک ٹائرز لانے والے لوگ صرف اپنا کرایہ لے کر ٹائرز لاتے ہیں لیکن اگر راستے میں نقصان ہوگیا تو کس کا نقصان شمار کیا جائے گا؟ جبکہ لانے والے بعض اوقات مکمل ذمہ داری بھی لیتے ہیں، اور بعض اوقات نہیں بھی لیتے، اور اگر ذمہ داری لیتے بھی ہیں تو کرایہ کی رقم سے ٹائرز کی قیمت کئی گنا زیادہ ہوتی ہے۔

جواب: جب تک ٹائرز پر کمپنی سے خریدنے والے کا خود یا اس کے وکیل کا قبضہ نہ ہوا ہو



اس کے لئے زید پر بیچنا اور زید کا بکر پر بیچنا سب بیوع ناجائز، بحکمِ سود اور واجب الرد ہیں۔

جب تک کمپنی نے خریدار کو یا اس کے وکیل کو قبضہ نہیں دیا، کمپنی ذمہ دار ہے اور قبضہ دینے کے بعد کمپنی کی ذمہ داری ختم ہوگئی اور اب جس کے قبضہ میں مال ہوگا خواہ وہ بائع ہو یا مشتری وہ ہی نقصان کا ذمہ دار ہوگا۔

بارڈر سے اگر کوئی اپنا قبضہ کیا ہوا مال کرائے پر کسی سے کراچی بھجوا رہا ہے اور اس میں کوئی نقصان آجائے تو اس کی چار صورتیں ہیں۔

(۱) نقصان لانے والے کے فعل سے ہو اور اس میں اس کی طرف سے تعدی اور زیادتی بھی ہو، جیسے لانے والا ٹائروں کو جلائے یا قصداً پھاڑ دے۔

(۲) نقصان لانے والے کے فعل سے ہو مگر اس میں اس کی طرف سے تعدی اور زیادتی نہ ہو، جیسے لانے والے سے ٹائرز کسی ایسی چیز پر گر جائیں جس سے وہ پھٹ کر ختم ہوجائیں۔

ان دونوں صورتوں میں تاوان بالاتفاق کرایہ دار پر آئے گا۔

(۳) نقصان لانے والے کے فعل سے نہ ہو اور اس سے احتراز اور بچنا بھی ممکن نہ ہو، جیسے ڈاکوؤں کا مال لوٹنا یا سمندر میں مال کا غرق ہونا۔

اس صورت میں بالاتفاق لانے والے پر تاوان نہیں، بلکہ تاوان مالک کا ہوگا۔

(۴) نقصان لانے والے کے فعل سے نہ ہو لیکن اس سے احتراز ممکن ہو۔

یہ صورت مختلف فیہ ہے اور اس میں چار اقوال ہیں، ہر ایک صحیح اور مفتی بہ ہے۔

(۱) امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک لانے والے پر کچھ بھی تاوان واجب نہیں سارا تاوان مالک کا ہے۔

(۲) صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک لانے والے پر تاوان واجب ہے۔

(۳) متاخرین رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک نصف تاوان لانے والے پر واجب ہے اور

نصف مالک پر ہے۔

(۴) بعض نے یہ تفصیل کی ہے کہ اگر لانے والا صالح اور نیک ہو تو اس پر تاوان نہیں اور اگر غیر صالح ہو تو اس پر تاوان لازم ہے، اگر مستور الحال ہو تو دونوں پر آدھا آدھا واجب ہے۔

چوتھی صورت اس لحاظ سے کہ اس کے ذریعے پہلے تین قولوں میں تطبیق ہو جاتی ہے، فیصلہ اور عمل کے لئے اختیار کرنا احوط ہے، لہٰذا حکم اور فیصل کو نمبر ۴ کی تفصیل کے مطابق ضمان اور تاوان کا فیصلہ کرنا چاہیے۔

﴿سوال نمبر ۳۰﴾ ٹائرز مارکیٹ میں ایک اور معاملہ بھی ہوتا ہے جس کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ آئل ٹینکرز وغیرہ مختلف قسم کی گاڑیاں ٹھیکیداروں کے توسط سے بعض کمپنیوں میں کرائے پر چلتی ہیں، ٹھیکیدار اپنا کمیشن لیتا ہے اور گاڑی والے کو ٹھیکیدار کے واسطے سے کرایہ ملتا ہے، اکثر گاڑی والوں کو وقت سے پہلے کرایہ کی ضرورت پیش آتی ہے تو وہ ٹھیکیدار سے ایڈوانس رقم طلب کرتے ہیں، ٹھیکیدار اس کو کہتا ہے کہ رقم تو میرے پاس نہیں البتہ ٹائرز قسطوں پر لیتے ہو تو میں پرچی بنا کر دکاندار کے نام دیتا ہوں تم وہاں سے ٹائرز لے کر نقد پر بیچ دو اور اپنا کام چلاؤ، گاڑی کا مالک اس کے لئے تیار ہوتا ہے لہٰذا وہ کرایہ کی مد میں اس سے پرچی لے لیتا ہے اور دکاندار کے پاس جا کر اسے پرچی دے دیتا ہے چونکہ وہ ٹھیکیدار دکاندار کے ہاں معروف اور با اعتماد ہوتا ہے اس لئے وہ پرچی پر لکھی ہوئی تاریخ کے مطابق ادھار پر ٹائرز دے دیتا ہے، گاڑی کا مالک ٹائر وصول کر کے نقد پر بیچ دیتا ہے اور اپنا کام چلا لیتا ہے، اس تفصیل کے بعد اب درج ذیل صورتوں کا حکم معلوم کرنا ہے۔

(الف) بعض ٹھیکیداروں کی ٹائرز مارکیٹ میں اپنی دکان ہوتی ہے، ٹھیکیدار اپنی دکان کے نام پرچی بنا کر دے دیتا ہے، گاڑی کا مالک جا کر پرچی حوالے کر دیتا ہے اور بدوں قبضہ



ٹائرز اسی دکاندار کو نقد میں بیچ دیتا ہے اور رقم لے کر چلا جاتا ہے اور کبھی اس کے سوا کسی دوسرے پر فروخت کر دیتا ہے۔

(ب) اکثر ٹھیکیداروں کی اپنی دکان نہیں ہوتی وہ دوسرے دکاندار کے نام ادھار کی پرچی بنا کر دے دیتا ہے، گاڑی کا مالک پرچی لے کر دکاندار کو دے دیتا ہے پھر بدوں قبضہ اور کبھی قبضہ کر کے اس دکاندار پر نقد میں فروخت کر دیتا ہے۔

(ج) ''ب'' میں کبھی قبضہ سے قبل اور کبھی قبضہ کے بعد دوسرے سے سودا کر لیتا ہے کہ فلاں دکان میں میرے ٹائرز ہیں وہاں سے اٹھا لیجئے، وہ نقد پر خرید کر وہاں سے لے لیتا ہے۔

جواب: (۱) اگر ٹھیکیدار نے گاڑی والے کو وکیل بنایا ہے کہ میرے لئے ٹائرز خریدو اس نے خرید لئے پھر ٹھیکیدار نے کہا کہ میرے لئے آگے بیچو جتنے کے بیچ دیئے وہ آپ پر قرض ہیں۔

اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اسی دکاندار پر کم قیمت پر بیچے تو جائز نہیں، البتہ اسی قیمت پر یا اس سے زائد پر یا اس دکاندار کے علاوہ کسی اور پر کسی بھی قیمت پر بیچے تو جائز ہے، بشرطیکہ گاڑی والے کا اس پر قبضہ ہو چکا ہو۔

(۲) اور اگر ٹھیکیدار نے یہ کہا کہ ٹائرز میرے لئے خریدو، گاڑی والے نے خرید کر فون کیا پھر ٹھیکیدار نے گاڑی والے پر زیادہ قیمت پر بیچا ہو، اس کا حکم یہ ہے کہ یہ درج ذیل تین شرطوں کے ساتھ جائز ہے۔

(الف) وکیل اس پر قبضہ کر لے۔

(ب) اپنا قبضہ ختم کر کے ٹھیکیدار کو قبضہ کرائے۔

(ج) ٹھیکیدار گاڑی والے پر بیچ کر قبضہ کرائے۔

ان شرائط کے بعد گاڑی والا آگے بیچے تو جائز ہے، ورنہ جائز نہیں۔

(۳) ٹھیکیدار کی دکان اپنی ہو اور وہ گاڑی والے سے کہے کہ یہ پرچی لے کر اس دکاندار

سے ادھار پر ٹائرز خرید لو خریدنے کے بعد ٹھیکیدار نے کہا کہ اس کو اسی دکاندار پر نقد میں بیچو جو رقم آجائے وہ آپ لے لیں۔

اس کا حکم یہ ہے کہ چونکہ ٹھیکیدار دھوکہ دے رہا ہے لہٰذا اسی دکاندار پر کم قیمت کے ساتھ بیچنا جائز نہیں، البتہ اسی قیمت پر یا اس سے زائد پر بیچنا جائز ہے اور حقیقت میں یہ خرید و فروخت کا معاملہ نہیں بلکہ نقد قرض دینا ہے اور قرض میں کم رقم دے کر زیادہ لینا سود ہے اس لئے اس پر کم قیمت پر بیچنا ناجائز اور سود ہے اور اسی قیمت یا اس سے زیادہ پر بیچنے میں کوئی سود لازم نہیں آتا لہٰذا یہ صورت جائز ہے۔

﴿سوال نمبر ۳۱﴾ ایک شخص ٹائرز کے دکاندار کے پاس گیا اور اس سے خاص کمپنی کے خاص برانڈ کے ٹائرز دس عدد خرید لئے اور ثمن ادا کیا لیکن مجلسِ بیع میں مبیع (دس ٹائرز) پر قبضہ نہیں کیا اور نہ ہی دکاندار نے الگ کر کے دکھایا کہ یہ دس ٹائرز آپ کے ہیں، البتہ خریدار نے یہ کہا کہ میرے دس ٹائرز آپ کے پاس امانت ہیں حسبِ ضرورت لیتا رہوں گا، دکاندار نے کہا ٹھیک ہے۔ چونکہ دکاندار کے پاس اس برانڈ کے سینکڑوں ٹائرز ہیں جن میں سے کچھ دکان پر ہیں، کچھ گودام میں ہیں اور کچھ کنٹینرز میں چمن بارڈر سے آرہے ہیں، اس لئے وہ دکان کے اندر موجود سارے ٹائرز دوسروں کو بیچ دیتا ہے اور جب یہ دس ٹائرز کا خریدار مانگنے کے لئے آتا ہے تو اس سے کہتا ہے کہ ایک دو دن میں مال آجائے گا پھر آپ کو دس ٹائرز دے دیں گے، خریدار کہتا ہے کہ مجھے ابھی دے دو، میری امانت ٹائرز آپ نے کیوں فروخت کیے۔ دکاندار کہتا ہے کہ تو نے نہ تو قبضہ کیا تھا اور نہ ہی ہم نے دس ٹائرز آپ کے لئے متعین کیے تھے لہٰذا ہم کوئی بھی دس ٹائرز دے سکتے ہیں، اس طرح دونوں میں جھگڑا ہوا۔

اب پوچھنا یہ ہے کہ مندرجہ بالا معاملہ میں صرف برانڈ اور کمپنی تو متعین ہے لیکن مبیع کا عین متعین نہیں، کوئی بھی دس ٹائرز ہو سکتے ہیں، کیا اس طرح بیع کرنا شرعاً درست اور جائز ہے؟



جواب: ٹائرز مثلیات میں سے ہیں اور جو چیز مثلیات اور عددی متقارب میں سے ہوتی ہیں اس کی بیع بدوں تعیینِ عین بھی جائز ہے، بشرطیکہ مفضی الی النزاع نہ ہو یعنی اس سے آپس میں جھگڑے اور اختلاف کی صورت پیدا نہ ہو، چونکہ صورتِ سوال میں سائل خود اس کا اقرار کرتا ہے کہ اس عموم سے جھگڑا پیدا ہوتا ہے اس لئے یہ صورت ناجائز اور بیع فاسد ہے۔

اس کے جواز کی چار صورتیں ہیں۔

(۱) بوقتِ بیع یہ تصریح کی جائے کہ اس برانڈ کے جو ٹائرز آپ کی دکان میں یا گودام میں پڑے ہوئے ہیں خاص ان میں سے خرید لئے۔

اس صورت میں بائع کے لئے دکان میں یا گودام میں پڑے ہوئے سارے ٹائرز دوسرے پر بیچنا جائز نہ ہوگا۔

(۲) بوقتِ بیع واضح طور پر اس دکاندار سے یہ کہا جائے کہ آپ کی ملکیت میں اس برانڈ کے جتنے ٹائرز ہیں خواہ وہ دکان میں ہیں یا گودام میں ہیں یا راستے میں کنٹینرز کے اندر ہیں ان میں سے دس خرید لئے۔

اس صورت میں مشتری نے اگر بر وقت مبیع پر قبضہ نہ کیا اور بائع نے دوکان اور گودام کے اندر پڑا ہوا مال دوسرے کے ہاتھ بیچ دیا پھر مشتری کے مطالبہ پر کہا کہ اس وقت دکان اور گودام میں مال نہیں، مال راستے میں آرہا ہے اس لئے دو دن میں پہنچ کر قبضہ دیا جائے گا تو مشتری کو ناراض ہونے اور جھگڑنے کا حق حاصل نہیں۔

(۳) سودا کرنے کے بعد دس ٹائرز پر قبضہ کر لے پھر دکاندار کو بطورِ قرض دے۔

اس صورت میں دکاندار کے لئے آگے دوسرے کو بیچنا جائز ہوگا اور بوقتِ مطالبہ اگر ممکن ہو تو اسی وقت واپس دینا ضروری ہے، نیز نقصان کی صورت میں پورا نقصان دکاندار پر آئے گا۔

(۴) سودا کرنے کے بعد دس ٹائرز پر قبضہ کر لے پھر دکاندار کے پاس امانۃً رکھوا دے۔

اس صورت میں دکاندار کے لئے ان خاص دس ٹائرز کا بیچنا جائز نہ ہوگا اور نقصان کی صورت میں اگر دکاندار کی کوئی غفلت نہیں تو نقصان خریدار کا ہوگا۔

﴿سوال نمبر۳۲﴾ کسی کے پاس دس یا بیس کنٹینرز خاص برانڈ کے ٹائر ہیں ایک شخص نے ان میں سے دو کنٹینرز خرید لئے یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر نزاع اور جھگڑے کا خطرہ نہیں، تو جائز ہے۔ ورنہ ناجائز ہے۔

## ﴿شرکت اور مضاربۃ سے متعلق بعض سوالات کے جوابات﴾

فائدہ: جاننا چاہئے کہ نفع اور کمائی کے استحقاق کے لئے تین چیزوں میں سے کسی ایک چیز کا پایا جانا ضروری ہے۔

(۱) مال: جیسا کہ عقدِ مضاربہ کے اندر رب المال کا نفع میں استحقاق صرف اس وجہ سے ہے کہ یہ اس کے مال کی کمائی ہے اگرچہ اس نے خود کوئی عمل نہیں کیا۔

(۲) عمل: جیسا کہ مضاربت میں مضارب نفع کا صرف اس وجہ سے مستحق ہوتا ہے کہ اس کی طرف سے عمل پایا جاتا ہے اگرچہ مال کسی اور کا ہے۔

(۳) ضمان: جیسا کہ درزی نے کسی سے دو سو روپے کی اجرت پر ایک کپڑا سینے کے لئے لیا لیکن اس نے وہ کپڑا خود نہیں سیا، بلکہ دوسرے درزی سے ایک سو اسی روپے کے بدلے سلوایا، مذکورہ صورت میں بیس روپے کا نفع صرف اس وجہ سے اس کو ملا کہ یہ اس کپڑے کا ضامن ہے، کیونکہ یہاں نہ اس کی طرف سے کوئی مال ہے اور نہ کوئی عمل۔

مذکورہ بالا تینوں چیزوں میں کوئی ایک چیز بھی نہ ہو تو کوئی نفع کا مستحق نہیں ہوگا۔

**تنبیہ:** اسلامی نامی بینکوں میں اس اصول کے خلاف "یومیہ پیداوار کی بنیاد پر منافع کی تقسیم" کی بعض صورتوں میں بعض کو نفع کا مستحق بنایا جاتا ہے حالانکہ وہ نفع کے مستحق نہیں ہوتے۔



قال الامام الكاساني رحمه الله تعالى: وَ الأصلُ أنَّ الرِّبحَ إنَّمَا يُستَحقُّ عِندَنَا إمَّا بِالمَالِ وَإمَّا بِالعَمَلِ وَإمَّا بِالضَّمَانِ أمَّا ثُبُوتُ الاستِحقَاقِ بِالمَالِ فَظَاهِرٌ؛ لأنَّ الرِّبحَ نَمَاءُ رَأسِ المَالِ فَيَكُونُ لِمَالِكِهِ وَلِهَذَا استَحَقَّ رَبُّ المَالِ الرِّبحَ فِي المُضَارَبَةِ وَأمَّا بِالعَمَلِ فَإنَّ المُضَارِبَ يَستَحِقُّ الرِّبحَ بِعَمَلِهِ فَكَذَا الشَّرِيكُ. وَأمَّا بِالضَّمَانِ فَإنَّ المَالَ إذَا صَارَ مَضمُونًا عَلَى المُضَارِبِ يَستَحِقُّ جَمِيعَ الرِّبحِ وَيَكُونُ ذَلِكَ بِمُقَابَلَةِ الضَّمَانِ خَرَاجًا بِضَمَانٍ بِقَولِ النَّبِيِّ عَلَيهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ الخَرَاجُ بِالضَّمَانِ فَإذَا كَانَ ضَمَانُهُ عَلَيهِ كَانَ خَرَاجُهُ لَهُ وَالدَّلِيلُ عَلَيهِ أنَّ صَانِعًا تَقَبَّلَ عَمَلًا بِأجرٍ ثُمَّ لَم يَعمَل بِنَفسِهِ وَلَكِن قَبَّلَهُ لِغَيرِهِ بِأقَلَّ مِن ذَلِكَ طَابَ لَهُ الفَضلُ وَلَا سَبَبَ لِاستِحقَاقِ الفَضلِ إلَّا الضَّمَانَ فَثَبَتَ أنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنهُمَا سَبَبٌ صَالِحٌ لِاستِحقَاقِ الرِّبحِ فَإن لَم يُوجَد شَيءٌ مِن ذَلِكَ لَا يَستَحِقُّ بِدَلِيلِ أنَّ مَن قَالَ لِغَيرِهِ: تَصَرَّف فِي مِلكِكَ عَلَى أنَّ لِي بَعضَ رِبحِهِ؛ لَم يَجُز وَلَا يَستَحِقُّ شَيئًا مِنَ الرِّبحِ لِأنَّهُ لَا مَالَ وَلَا عَمَلَ وَلَا ضَمَانَ

(بدائع الصنائع ۵/۸۲، ۸۳)

﴿سوال نمبر۳۳﴾ دو آدمیوں نے شرکت کی دونوں کا سرمایہ برابر ہے اور عقد کے وقت یہ شرط کیا گیا کہ دونوں عمل برابر کرینگے لیکن نفع اس طرح طے ہوا کہ نفع کا ایک تہائی ایک کو ملے گا اور دو تہائی دوسرے کو۔ کیا یہ صورت شرعاً جائز ہے؟

جواب: جی ہاں! جائز ہے۔

﴿سوال نمبر۳۴﴾ دو آدمیوں نے آپس میں شرکت کی ایک کا سرمایہ ایک لاکھ ہے جبکہ دوسرے کا دو لاکھ، اور نفع کی تقسیم اس طرح طے ہوئی کہ جتنا نفع ہوگا، وہ دونوں میں آدھا آدھا تقسیم ہوگا اور عقد کرتے وقت یہ شرط کیا گیا کہ دونوں برابر عمل کرینگے لیکن عقد کے بعد ان میں سے ایک نے کسی وجہ سے کوئی عمل نہیں کیا بلکہ پورا کام دوسرے نے اکیلے ہی کیا۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا جس نے عمل نہیں کیا، کیا اس کو اسی تناسب سے نفع دیا جائیگا جس طرح

عقد کے وقت طے ہو چکا ہے یا عمل نہ کرنے کی وجہ سے اس تناسب سے کم ملے گا؟

**جواب:** صورتِ سوال میں نفع کی جو شرط شروع میں طے ہو چکی ہے اسی کے مطابق ہر ایک کو نفع دیا جائیگا۔

﴿سوال نمبر ۳۵﴾ زید اور عمرو نے آپس میں شرکت کی، زید کا سرمایہ ایک ہزار ہے جبکہ عمرو کا سرمایہ دو ہزار ہے، اور نفع اس طرح طے ہوا کہ جتنا نفع ہو جائے دونوں کے درمیان نصف/ نصف تقسیم ہوگا۔ اور عقد کے اندر یہ شرط لگائی کہ عمل دونوں برابر کریں گے اور دونوں نے عمل بھی کیا۔

کیا اس طرح شرکت شریعت کی رو سے درست ہے؟

**جواب:** جی ہاں! بالکل درست اور جائز ہے۔

﴿سوال نمبر ۳۶﴾ زید اور خالد نے شرکت کی، دونوں کا سرمایہ برابر ہے، یعنی ایک ایک لاکھ ہے لیکن نفع اس طرح طے ہوا کہ زید کو ایک تہائی ملے گا اور خالد کو دو تہائی ملے گا، اور یہ بھی شرط لگائی گئی کہ عمل صرف خالد ہی کرے گا، کیا اس طرح کرنا جائز ہے؟

**جواب:** جائز ہے۔

﴿سوال نمبر ۳۷﴾ تمام شرکاء کا سرمایہ برابر ہو اور عقد کے اندر عمل سب پر برابر اور مساوی شرط کیا گیا ہو اور نفع سرمایہ کی نسبت سے تقسیم کیا جاتا ہو؟

**جواب:** یہ صورت جائز ہے، اس میں عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں۔

﴿سوال نمبر ۳۸﴾ چند شرکاء نے شرکت کی اور سب کے سرمایہ کی مقدار مختلف ہے مثلاً کسی کا ۲۵ فیصد ہے، کسی کا ۵۰ فیصد ہے، کسی کا ۱۰ فیصد وغیرہ اور عقد کے وقت کام کرنا سب پر برابر شرط کیا گیا ہو اور نفع کی تقسیم بھی سرمایہ کے تناسب سے طے کی گئی ہو؟



**جواب:** یہ صورت بھی بلاشبہ جائز اور صحیح ہے۔

﴿سوال نمبر ۳۹﴾ خالد اور بکر نے شرکت کی، خالد کا سرمایہ ایک لاکھ ہے اور بکر کا سرمایہ دو لاکھ ہے اور نفع اس طرح طے ہوا کہ جتنا نفع ہو جائے وہ دونوں کے درمیان نصف نصف تقسیم ہوگا اور عقد کے اندر یہ طے ہوا کہ جس کا سرمایہ زیادہ ہے یعنی "بکر"، عمل وہی کرے گا، تو کیا اس طرح کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

**جواب:** صورتِ سوال میں نفع کی جو شرح طے ہوئی ہے وہ خلافِ شرع ہونے کی وجہ سے ناجائز اور باطل ہے۔

اس صورت کا حکم یہ ہے کہ دونوں اس ناجائز معاملے سے توبہ استغفار کر کے نفع رأس المال کے تناسب سے تقسیم کریں یعنی ایک تہائی خالد جس کا سرمایہ ایک لاکھ ہے اور دو تہائی بکر جس کا سرمایہ دو لاکھ ہے، لے لیں۔

﴿سوال نمبر ۴۰﴾ دو آدمیوں نے شرکت کی ایک کا سرمایہ ایک لاکھ ہے اور دوسرے کا سرمایہ دو لاکھ ہے اور نفع نصف نصف طے ٹھہرا، اور عقد کرتے وقت یہ طے ہو گیا کہ عمل صرف وہ کرے گا جس کا سرمایہ کم ہے، یعنی ایک لاکھ ہے تو کیا اس طرح کرنے میں شرعاً کوئی خرابی ہے یا نہیں، اگر ہے تو اس کا متبادل اور جائز کیا ہوگا؟

**جواب:** اس صورت میں کوئی خرابی نہیں شرعاً بالکل جائز اور درست ہے۔

﴿سوال نمبر ۴۱﴾ سرمایہ برابر ہو، البتہ بعض شرکاء زیادہ عمل کرتے ہیں اور بعض کم اور بعض بالکل کرتے ہی نہیں اور نفع کی تقسیم اس طرح ہوئی کہ زیادہ عمل کرنے والے کو سرمایہ سے بہت زیادہ مثلاً سرمایہ ۲۵ فیصد اور نفع ۴۰ فیصد دیا جاتا ہے اور تھوڑا کام کرنے والے کو سرمایہ سے معمولی زیادہ دیا جاتا ہے مثلاً سرمایہ ۲۵ فیصد اور نفع ۳۰ فیصد اور جو عمل نہیں کرتا اس

کو سرمایہ کے تناسب سے یا اس سے کم دیا جاتا ہے مثلاً سرمایہ ۲۵ فیصد اور نفع ۲۵ فیصد یا ۲۰ فیصد ہے؟ اب مذکورہ صورت کے بارے میں بتائیے کہ یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے چاہے سرمایہ برابر ہو یا مختلف۔

﴿سوال نمبر ۴۲﴾ دو آدمیوں نے آپس میں شرکت کی دونوں کا سرمایہ آپس میں برابر ہے لیکن نفع اس طرح طے ہوا کہ ایک کو ایک تہائی ملے گا اور دوسرے کو دو تہائی ملے گا، اور عمل صرف اس پر شرط کیا جس کو ایک تہائی ملتا ہے۔ تو کیا اس طرح کرنا شریعت کی رو سے درست ہے یا نہیں؟

جواب: صورتِ سوال میں نفع کی جو شرح طے ہوئی ہے وہ خلاف شرع ہونے کی وجہ سے ناجائز اور باطل ہے۔ اس صورت میں نفع دونوں کے درمیان نصف نصف تقسیم ہوگا۔

﴿سوال نمبر ۴۳﴾ شرکاء نے اسلامی اصولوں کے مطابق شرکت کی، لیکن کچھ مدت گزرنے کے بعد ایک شریک نکلنا چاہتا ہے، اس کا طریقِ کار کیا ہوگا؟

جواب: پورا کاروبار ختم ہونے سے پہلے کسی ایک شریک کے نکلنے کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) نکلنے کے وقت پورا سرمایہ نقدی کی شکل میں ہو، اس صورت میں اس نکلنے والے شریک کو نفع میں سے اس کے لئے طے شدہ حصہ مع اصل سرمایہ دے کر علیحدہ کیا جائے۔ مثلاً تین شرکاء ہیں ہر ایک کا سرمایہ ایک ایک لاکھ ہے اور نفع میں سے ہر ایک کے لئے ایک تہائی حصہ طے ہوا تھا، تین مہینوں میں مزید تیس ہزار نفع ہوا اور اب پورا کا پورا سرمایہ نقدی کی شکل میں ہے، تو اس نکلنے والے کو ایک لاکھ دس ہزار روپے دے کر علیحدہ کیا جائے یہ صورت شرعاً جائز اور درست ہے۔

(۲) نکلنے کے وقت پورا سرمایہ اثاثہ کی شکل میں ہے تو یہاں پھر دو صورتیں ہیں۔



(الف) ان اثاثوں کی قیمت لگا کر جتنا حصہ اس نکلنے والے شریک کا بنتا ہے وہ اس کی مرضی سے اسی قیمت پر کوئی دوسرا شخص چاہے شریک ہو یا اس کے علاوہ ہو خرید کر اس کو علیحدہ کردیا جائے، یہ صورت بھی شرعاً جائز ہے۔

(ب) ان اثاثوں کی قیمت لگا کر نکلنے والے شریک کا جو حصہ بنتا ہے اس کو اس کی مرضی اور خوشی کے بغیر کوئی دوسرا شریک کم قیمت پر خرید کر اس کو علیحدہ کردے، یہ صورت ناجائز اور شرکت کے اسلامی اصولوں سے متصادم ہے۔ اور یہ وہی صورت ہے جو آج کل کے اسلامی نامی بینکوں میں رائج ہے جو کہ شرعاً ناجائز ہے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں: ''اگر شرکاء میں سے کوئی ایک مشارکہ ختم کرنا چاہے جبکہ دوسرا شریک یا باقی شرکاء کاروبار جاری رکھنا چاہیں تو باہمی معاہدے سے یہ مقصد حاصل کیا جاسکتا ہے، جو شرکاء کاروبار جاری رکھنا چاہتے ہیں وہ اس شریک کا حصہ خرید سکتے ہیں، جو اپنی شراکت ختم کرنا چاہتا ہے اس لئے کہ ایک شریک کے ساتھ مشارکہ ختم ہونے کا عملاً یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ مشارکہ دوسرے شرکاء کے ساتھ بھی ختم ہوجائے اس صورت میں مشارکہ چھوڑنے والے شریک کے حصے کی قیمت کا تعین باہمی رضامندی سے ہونا ضروری ہے، اگر اس حصے کی قیمت کے تعین میں اختلاف ہو اور شرکاء کے درمیان کوئی متفقہ قیمت طے نہ پا سکے تو مشارکہ چھوڑنے والا حصہ دار خود ان اثاثوں کو تقسیم کر کے دوسرے شرکاء سے علیحدہ ہوسکتا ہے یا لیکویڈیشن یعنی اثاثوں کو بیچ کر نقد میں تبدیل کر کے (اسلامی بینکاری کی بنیادیں صفحہ ۴۴)

﴿سوال نمبر ۴۴﴾ شرکت میں نفع کی شرح کس اعتبار سے طے کرنا چاہئے؟ کیا کسی شریک کے لئے اگر کوئی لگی بندھی مقدار مقرر کرلی جائے مثلاً زید اور خالد کی آپس میں شرکت کی صورت میں یہ طے کرنا کہ زید ماہانہ دس ہزار روپے نفع میں سے اپنے حصے کے طور پر لے گا

اور باقی ماندہ سارا نفع خالد کا ہوگا۔ تو کیا اس طرح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: شرکت میں ضروری ہے کہ ہر شریک کے نفع کی شرح کاروبار میں حقیقتاً ہونے والے نفع کی نسبت سے طے ہو۔ اس کی طرف سے لگائے جانے والے سرمایہ کی نسبت سے نہ ہو۔ یہ جائز نہیں ہے کہ کسی شریک کے لئے کوئی لگی بندھی مقدار مقرر کر دی جائے یا نفع کی ایک شرح طے کر لی جائے جو اس کی طرف سے لگائے گئے سرمائے سے منسلک ہو (یعنی کسی شریک کے بارے میں یہ طے کرنے کے بجائے کہ حقیقی منافع کا اتنا فیصد لے گا، یہ طے کر لینا کہ وہ اپنی لگائی گئی رقم کا اتنا فیصد لے گا) جائز نہیں ہے۔

لہٰذا اگر زید اور خالد شراکت کرتے ہیں اور یہ طے کر لیا جاتا ہے کہ زید ماہانہ دس ہزار روپیہ نفع میں سے اپنے حصے کے طور پر لے گا اور باقی ماندہ سارا نفع خالد کا ہوگا تو یہ شرکت شرعاً صحیح نہیں ہوگی، اسی طرح اگر اس بات پر اتفاق کر لیا جائے کہ زید اپنے سرمایہ مثلاً ڈیڑھ لاکھ کا پندرہ فیصد بطور منافع وصول کرے گا تو یہ بھی صحیح نہیں۔ نفع تقسیم کرنے کی صحیح بنیاد یہ ہے کہ کاروبار میں حاصل ہونے والے حقیقی نفع کا فیصد طے کیا جائے۔

(کذافی: اسلامی بینکاری کی بنیادیں صفحہ ۳۴، ۳۵)

﴿سوال نمبر ۴۵﴾ (۱) یہ تو ہمیں معلوم ہے کہ نفع کی نسبت شرکاء کے درمیان طے شدہ معاہدے کے مطابق سرمایہ کے تناسب سے مختلف ہو سکتی ہے لیکن کیا نقصان اور خسارے کا حکم بھی نفع کی طرح ہے یا دونوں میں فرق ہے؟

(۲) زید اور خالد نے شرکت کی زید کا سرمایہ ایک لاکھ ہے اور خالد کا سرمایہ دو لاکھ ہے اور معاہدہ اس طرح ہوا کہ اگر نفع ہوا تو دونوں کے درمیان نصف نصف تقسیم ہوگا اور اگر نقصان ہوا تو بھی دونوں برابر اور نصف، نصف برداشت کریں گے، تو کیا اس طرح کرنا جائز ہے؟ تفصیلاً جواب عنایت فرما کر مشکور فرمائیں۔



جواب: (۱) نفع اور نقصان دونوں میں فرق ہے، نفع کی نسبت تو شرکاء کے درمیان طے شدہ معاہدے کے مطابق سرمایہ کے تناسب سے مختلف ہو سکتی ہے لیکن نقصان ہر صورت میں ہر اَیک شریک اپنے سرمایہ کی نسبت ہی سے برداشت کرے گا لہٰذا اگر ایک حصہ دار نے چالیس فیصد سرمایہ لگایا ہے تو اسے لازماً خسارے کا بھی چالیس فیصد ہی برداشت کرنا پڑے گا، اس سے کم یا زیادہ نہیں، اگر کسی نے اس کے خلاف معاہدے میں کمی یا زیادتی کی شرط لگائی وہ شرط باطل اور کالعدم ہوگی، اس سے شرکت کے صحیح ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

(۲) اوپر کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ صورتِ سوال میں نفع تو طے شدہ معاہدے کے مطابق تقسیم ہوگا لیکن نقصان دونوں اپنے سرمایہ کے تناسب سے برداشت کریں گے، اور نقصان نصف نصف برداشت کرنے کی شرط لغو، ناجائز اور باطل ہے۔

لہٰذا زید کا سرمایہ چونکہ 33.33% ہے اس لئے وہ اتنا ہی نقصان برداشت کریگا اور خالد کا سرمایہ 66.66% ہے اس لئے وہ اس تناسب سے نقصان برداشت کرے گا۔

﴿سوال نمبر ۴۶﴾ زید اور خالد نے شرکت کی، دونوں کا سرمایہ دو، دو لاکھ روپے ہے اور دونوں کے درمیان نفع نصف، نصف طے ہو گیا، اب تین مہینے کے بعد ایک تیسرا آدمی مثلاً عمرو آ کر ان کے ساتھ شریک ہونا چاہتا ہے، اب سوال یہ ہے کہ کیا اس طرح شرکت کے دوران شریک ہونا درست ہے یا نہیں، اگر درست ہے تو کس طرح شریک ہوگا، یعنی کتنا سرمایہ دے کر شریک ہوگا؟

جواب: اس کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) ان تین مہینوں کی مدت میں نفع و نقصان کچھ بھی نہیں ہوا، اس صورت میں دونوں کے کل سرمایہ جو کہ چار لاکھ ہے کے تناسب سے شریک ہو سکتا ہے۔

(۲) مذکورہ مدت میں مثلاً بیس ہزار نفع ہوا ہے اس صورت میں کل سرمایہ مع اس نفع کے

یعنی چار لاکھ بیس ہزار کے تناسب سے شریک ہوسکتا ہے۔

(۳) مذکورہ مدت میں مثلاً بیس ہزار نقصان ہوا ہے اس صورت میں اس نقصان کو چھوڑ کر باقی ماندہ یعنی تین لاکھ اسی ہزار سرمایہ کے تناسب سے شریک ہوسکتا ہے۔

﴿سوال نمبر ۴۷﴾ زید اور عمرو نے آپس میں شرکت کی اور آپس میں آدھے آدھے کے حساب سے نفع طے کیا لیکن ساتھ یہ بھی معاہدہ کیا کہ عمل کرنے والے یعنی زید کو حاصل شدہ نفع سے اولاً اس کے عمل کی اجرت کے طور پر مثلاً پانچ ہزار یا جتنا بھی ہو دیا جائے گا اس کے بعد باقی ماندہ نفع طے شدہ شرح کے تناسب سے تقسیم ہوگا۔

جواب: شریک کو ملازم رکھ کر نفع کے طے شدہ حصے کے علاوہ اپنے کام پر کسی قسم کی تنخواہ فیس یا معاوضہ دینا ناجائز اور مفسدِ شرکت ہے لہٰذا مذکورہ معاملہ ناجائز اور باطل ہے۔

﴿سوال نمبر ۴۸﴾ میں نے ایک چلتے ہوئے کاروبار میں ایک لاکھ سرمایہ دیا تو انھوں نے کہا کہ آپ کو اس کا نفع ماہانہ پانچ ہزار روپے دیا جائے گا، تو کیا اس طرح شرکت جائز ہے؟

جواب: یہ صورت شرکت کی نہیں، بلکہ صریح سود اور حرام ہے۔

## ﴿عیب وغیرہ کی وجہ سے سامان لوٹانا﴾

﴿سوال نمبر ۴۹﴾ ایک شخص ٹائرز خریدنے دکاندار کے پاس گیا اور ٹائر خرید لیے اور اس پر قبضہ بھی کر لیا، لیکن جب مشتری نے ان کو کھول کر دیکھا تو کسی میں ٹیوب خراب تھی اور کسی میں اس کے علاوہ کوئی اور نقص اور عیب تھا تو کیا ان عیوب کی وجہ سے یا ویسے ہی بغیر کسی عیب کے مشتری کو اس بات کا اختیار ہوگا کہ وہ یہ ٹائرز دکاندار کو واپس کرے اور اس سے اپنی رقم لے کر سودا ختم کر دے؟

جواب: ہر خریدار (مشتری) کو شرعاً سودا مکمل ہونے کے بعد دو اختیار حاصل ہیں۔

(۱) خیارِ رؤیت: اس کا مطلب یہ ہے کہ خریداری کے وقت اگر خریدار نے مبیع اور



سامان بن دیکھے خریدا تو ایسی صورت میں شریعت نے اس کو یہ اختیار دیا ہے کہ دیکھنے کے بعد اگر کسی وجہ سے پسند نہ آئے تو بیع ختم کر سکتا ہے۔

(۲) خیارِ عیب: اس کا مطلب یہ ہے کہ خریدنے کے بعد اگر مبیع اور سامان میں کسی قسم کا عیب کا (جو پہلے سے تھا) پتہ چلا تو ایسی صورت میں شریعت نے خریدار کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ یہ سودا ختم کر کے مال واپس لے سکتا ہے۔

﴿سوال نمبر ۵۰﴾ (۱) ایک شخص نے ٹائر خریدے جب وہ خرید کر اس کو دیکھتا ہے تو اس کی ٹیوب خراب ہوتی ہے تو اب اس کو واپس کرنے کی کیا صورت ہوگی؟

(۲) بیع بشرط البراءۃ من کل عیب (یعنی بائع کا یہ کہنا کہ یہ چیز تمام عیوب سے پاک ہے) کی شرعاً کیا حیثیت ہے؟ کیا یہ جائز ہے؟

(۳) اگر کوئی بائع خیارِ رؤیت کی نفی کر دے یعنی مشتری سے یہ کہے کہ تمہیں خیارِ رؤیت نہیں ہے تو کیا اس کا اعتبار ہوگا؟

جواب: (۱) مشتری جب مبیع میں عیب پر مطلع ہو تو اس کو اختیار ہے کہ یا تو اسی عیب دار چیز کو مکمل قیمت (ثمن) میں لے لے، یا مبیع واپس کر کے اپنا ثمن واپس لے لے، لیکن یہ اختیار نہیں کہ مبیع کو اپنے پاس رکھے اور بائع سے بقدرِ عیب نقصان کی قیمت وصول کر لے۔

(۲) جائز ہے اور مشتری کو عیب کی وجہ سے رد کا اختیار نہیں۔

(۳) بائع کے نفی کرنے سے خیارِ رؤیت کا حق مشتری کو بدستور رہے گا، اس کی نفی کا اعتبار نہیں۔

## ﴿عقدِ مضاربت اور اس کے بنیادی اصول﴾

عقدِ مضاربت دو شخصوں کے درمیان ایسے معاہدے کو کہا جاتا ہے جس میں ایک جانب

سے سرمایہ اور دوسری جانب سے محنت ہو اور پھر حاصل ہونے والا نفع دونوں کے مابین حسب معاہدہ تقسیم کیا جاتا ہو۔

اب اگر دونوں جانب سے مال (سرمایہ) ہو تو پھر یہ عقدِ مضاربت نہیں ہوگا، بلکہ عقدِ شرکت ہوگا۔ اسی طرح اگر حاصل ہونے والا نفع پورا کا پورا صاحبِ سرمایہ (رب المال) کے لئے مشروط کر دیا گیا ہو تو پھر بھی یہ عقدِ مضاربت نہیں ہوگا اور اسی طرح اگر پورا نفع صاحبِ محنت (مضارب) کے لئے مشروط کر دیا گیا ہو تو یہ قرض ہوگا اور عقدِ مضاربت نہیں ہوگا۔

**شرائط:**

(۱) مضاربت میں سرمایہ کا نقدی ہونا ضروری ہے، اگر سرمایہ سامان، قرض یا جامد اثاثوں کی شکل میں ہوگا تو مضاربت صحیح نہیں ہوگی۔

(۲) عقدِ مضاربت کے وقت سرمایہ کا اس طور پر معلوم ہونا ضروری ہے کہ بعد میں کسی قسم کا کوئی جھگڑا پیدا نہ ہو، یعنی رب المال مضارب کو سرمایہ پر قبضہ کرا دے یا اس کی طرف اشارہ کر دے۔

(۳) عقدِ مضاربت میں سرمایہ مکمل طور پر مضارب کے حوالہ کرنا ضروری ہے اس طور پر کہ پھر اس سرمایہ میں رب المال کا کسی قسم کا کوئی عمل دخل نہ رہے اسی طرح رب المال کوئی کام بھی نہیں کرے گا بلکہ کام صرف مضارب ہی کرے گا، اگر رب المال پر بھی کام کی شرط لگائی گئی تو مضاربت فاسد ہو جائے گی۔

(۴) عقدِ مضاربت میں منافع کی تقسیم حقیقی نفع کے تناسب سے طے کی جانی ضروری ہے، اگر کسی ایک کے لئے معین رقم یا سرمایہ کے تناسب سے پہلے سے نفع طے کر لیا (یعنی کل سرمایہ کا اتنا فیصد ملے گا) تو مضاربت جائز نہیں ہوگی۔

(۵) مضارب کو صرف حاصل شدہ نفع میں سے ہی حصہ ملے گا، اصل سرمایہ میں سے کچھ



بھی نہیں لے سکتا۔

(۶) اگر مضارب کے لئے اصل سرمایہ میں سے کچھ مشروط کیا گیا تو مضاربت فاسد ہو جائے گی۔

(۷) اگر نقصان ہو گیا تو اس کو پہلے حاصل شدہ نفع سے پورا کیا جائے گا، اگر اس سے بڑھ گیا تو وہ رب المال کے ذمہ ہوگا اور اصل سرمایہ سے پورا کیا جائے گا، مضارب کو نقصان کا ذمہ دار ٹھہرانا جائز نہیں، اگر کسی نے مضارب کو بھی نقصان کا ذمہ دار بنایا تو بھی ذمہ دار نہ ہوگا اور یہ شرط فاسد اور لغو ہوگی۔





## ﴿مسائل کے حوالہ جات﴾

﴿۱، ۲﴾ اس کے حوالے اصل مسئلہ کے تحت موجود ہیں۔

﴿۳﴾ قال العلامة ابن الهمام رحمه الله تعالى: ثُمَّ الَّذِى يَقَعُ فِى قَلبِى أَنَّ مَا يُخرِجُهُ الدَّافِعُ إِن فُعِلَت صُورَةٌ يَعُودُ فِيهَا إِلَيهِ هُوَ أَو بَعضُهُ كَعَودِ الثَّوبِ أَوِ الحَرِيرِ فِى الصُّورَةِ الأُولَى وَكَعَودِ العَشَرَةِ فِى صُورَةِ إِقرَاضِ الخَمسَةَ عَشَرَ فَمَكرُوهٌ وَإِلَّا فَلا كَرَاهَةَ إِلَّا خِلَافُ الأَولَى عَلَى بَعضِ الاحتِمَالاتِ كَأَن يَحتَاجَ المَديُونُ فَيَأبَى المَسئُولُ أَن يُقرِضَ بَل أَن يَبِيعَ مَا يُسَاوِى عَشَرَةً بِخَمسَةَ عَشَرَ إِلَى أَجَلٍ فَيَشتَرِيَهُ المَديُونُ وَيَبِيعَهُ فِى السُّوقِ بِعَشَرَةٍ حَالَّةٍ وَلَا بَأسَ فِى هَذَا فَإِنَّ الأَجَلَ قَابَلَهُ قِسطٌ مِنَ الثَّمَنِ وَالقَرضُ غَيرُ وَاجِبٍ عَلَيهِ دَائِمًا بَل هُوَ مَندُوبٌ فَإِن تَرَكَهُ بِمُجَرَّدِ رَغبَةٍ عَنهُ إِلَى زِيَادَةِ الدُّنيَا فَمَكرُوهٌ أَو لِعَارِضٍ يُعذَرُ بِهِ فَلَا وَإِنَّمَا يُعرَفُ ذَلِكَ فِى خُصُوصِيَّاتِ المَوَادِّ وَمَا لَم تَرجِع إِلَيهِ العَينُ الَّتِى خَرَجَت مِنهُ لَا يُسَمَّى بَيعَ العِينَةِ ؛ لِأَنَّهُ مِنَ العَينِ المُستَرجَعَةِ لَا العَينِ مُطلَقًا وَإِلَّا فَكُلُّ بَيعٍ بَيعُ العِينَةِ .

(فتح القدير ۲/۳۲۴، ط: رشيديه)

﴿۴، ۵، ۱۰، ۱۵﴾ قال ملك العلماء الكاساني رحمه الله تعالى: وَمِنهَا القَبضُ فِى بَيعِ المُشتَرى المَنقُولِ فَلا يَصِحُّ بَيعُهُ قَبلَ القَبضِ ؛ لِمَا رُوِىَ أَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَن بَيعِ مَا لَم يُقبَض وَالنَّهىُ يُوجِبُ فَسَادَ المَنهِىِّ ؛ وَلِأَنَّهُ بَيعٌ فِيهِ غَرَرُ الانفِسَاخِ بِهَلَاكِ المَعقُودِ عَلَيهِ ؛ لِأَنَّهُ إِذَا هَلَكَ المَعقُودُ عَلَيهِ قَبلَ القَبضِ يَبطُلُ البَيعُ الأَوَّلُ فَيَنفَسِخُ الثَّانِى ؛ لِأَنَّهُ بَنَاهُ عَلَى الأَوَّلِ وَقَد نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ عَن بَيعٍ فِيهِ غَرَرٌ وَسَوَاءٌ بَاعَهُ مِن غَيرِ بَائِعِهِ أَو مِن بَائِعِهِ ؛ لِأَنَّ النَّهىَ مُطلَقٌ لَا يُوجِبُ الفَصلَ بَينَ البَيعِ مِن غَيرِ بَائِعِهِ وَبَينَ البَيعِ مِن بَائِعِهِ وَكَذَا مَعنَى الغَرَرِ لَا يَفصِلُ بَينَهُمَا فَلا يَصِحُّ الثَّانِى وَالأَوَّلُ عَلَى حَالِهِ . وَلَا



يَجُوزُ إِشرَاكُهُ وَتَولِيَتُهُ ؛ لِأَنَّ كُلَّ ذَلِكَ بَيعٌ (بدائع الصنائع ۴/۳۹۴، ط: رشيديه جديد)

﴿۴، ۵﴾ قال الامام قاضى خان رحمه الله تعالى: و حيلة أخرى أن يبيع المقرض من المستقرض سلعة بثمن مؤجل و يدفع السلعة الى المستقرض ثم ان المستقرض يبيعها من غيره بأقل مما اشترى ثم ذلك الغير يبيعها من المقرض بما اشترى لتصل السلعة اليه بعينها و يأخذ الثمن و يدفعها الى المستقرض فيصل المستقرض الى القرض و يحصل الربح للمقرض، و هذه الحيلة هى العينة التى ذكرها محمد رحمه الله تعالى.

(الخانية على هامش الهندية ۲/۲۷۹، ط: رشيديه)

﴿۵﴾ قال العلامة العينى رحمه الله تعالى: عن أبى أسحاق عن امرأته رحمها الله تعالى انها دخلت على عائشة رضى الله تعالى عنها فى نسوة فسالت امرأة فقالت: يا أم المؤمنين! كانت لى جارية فبعتها من زيد بن أرقم ؓ بثمان مائة الى العطاء (أى الأجل) ثم ابتعتها منه بست مائة فنقدت له ست مائة و كتبت عليه بثمان مائة، فقالت: عائشة بئس ما شريت و بئس ما اشتريت أخبرى زيد بن أرقم أنه قد أبطل جهاده مع رسول الله ﷺ الا أن يتوب فقالت: المرأة لعائشة رضى الله تعالى عنها أ رأيت ان أخذت رأس مالى و رددت عليه الفضل فقالت "فمن جاءه موعظة من ربه فانتهى فله ما سلف" (البناية فى شرح الهداية ۷/۲۳۰، ط: رشيديه)

﴿۶، ۷﴾ قال العلامة ابن نجيم رحمه الله تعالى: تحت قوله: (هو مبادلة المال بالمال بالتراضى) وَ أَمَّا شَرَائِطُ الصِّحَّةِ فَعَامَّةٌ وَ خَاصَّةٌ ...... وَ مِنهَا القَبضُ فِى بَيعِ المُشتَرَى المَنقُولِ وَ فِى الدَّينِ فَبَيعُ الدَّينِ قَبلَ قَبضِهِ فَاسِدٌ.

(البحر الرائق ۵/۴۳۷ ط: رشيديه)

قال العلامة ابن نجيم رحمه الله تعالى: وَ أَمَّا تَصَرُّفُ المُشتَرِى فِى المَبِيعِ

قبلَ قبضِهِ فعلَى وجهَينِ: قوليٍّ وَ حِسّيٍّ فالأوّلُ فإن أعارَهُ أو وَهَبَهُ أو تصدّقَ بِهِ أو رَهَنَهُ وَ قبضَهُ المُرتَهِنُ جازَ وَ لو باعَ أو آجرَ لا يجوزُ قالَ مُحمّدٌ رحِمَهُ اللّهُ كُلُّ تصرُّفٍ يَجُوزُ مِن غيرِ قبضٍ إذا فعَلَهُ المُشتَرِى قبلَ القبضِ لا يَجُوزُ وَ كُلُّ مَا لا يَجُوزُ إلّا بِالقبضِ كالهِبَةِ إذا فعَلَهُ المُشتَرِى قبلَ القبضِ جازَ وَ يَصِيرُ المُشتَرِى قابضًا، كذا فِى الظّهيريّةِ (البحر الرائق ۵ /۱۳ ۵ ط: رشيديه)

و فى الهندية و اذا عرفت المبيع و الثمن فنقول من حكم المبيع اذا كان منقولاً ان لا يجوز بيعه قبل القبض ...... و تسليم المبيع هو ان يخلى بين المبيع و المشترى على وجه يتمكن المشترى من قبضه بغير حائل و كذا التسليم فى جانب الثمن كذا فى الذخيرة (الهندية ۳/۱۳،۱۶ ط : رشيديه)

﴿۸، ۹﴾ قال العلامة ابن نجيم رحمه الله تعالىٰ: قولُهُ (وَ كُلٌّ أجنبيٌّ فِى قِسطِ صَاحِبِهِ) أى وَ كُلُّ وَاحِدٍ مِن الشّرِيكَينِ مَمنُوعٌ مِن التّصرُّفِ فِى نَصِيبِ صَاحِبِهِ لِغيرِ الشّرِيكِ إلّا بِإذنِهِ لِعدَمِ تضَمُّنِهَا الوَكَالَةَ وَ القِسطُ بِالكسرِ الحِصّةُ وَ النّصِيبُ كَذَا فِى القَامُوسِ وَ لَم يَذكُرِ المُصَنِّفُ حُكمَ بَيعِ أحَدِهِمَا حِصّتَهُ وَ حُكمَ الانتِفَاعِ بِهَا بِلَا بَيعٍ أمَّا الأوّلُ فَقَالُوا يَجُوزُ بَيعُ أحَدِهِمَا نَصِيبَهُ مِن شَرِيكِهِ فِى جَمِيعِ الصُّوَرِ وَ مِن غَيرِ شَرِيكِهِ بِغَيرِ إذنِهِ إلّا فِى صُورَةِ الخَلطِ وَ الاختِلَاطِ فَإنَّهُ لَا يَجُوزُ إلّا بِإذنِهِ (البحر الرائق ۵ /۲۸۰ ط: رشيديه)

قال فى الهندية: أو يملكا مالا بالشراء أو بالصدقة كذا فى فتاوى قاضيخان أو يوصى لهما فيقبلان كذا فى الاختيار شرح المختار، و ركنها اجتماع النصيبين و حكمهما وقوع الزيادة على الشركة بقدر الملك و لا يجوز لأحدهما أن يتصرف فى نصيب الأخر الا بأمره، و كل منهما كالأجنبى فى نصيب صاحبه و يجوز بيع أحدهما نصيبه من شريكه فى جميع الصور و من غير شريكه بغير اذنه الا فى صُورَةِ الخلط و الا ختلاط كذا فى الكافى . (الهندية



۲/ ۳۰۱ ط: رشيديه)

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: قولُهُ: (فَصَحَّ لَهُ بَيعُ حِصَّتِهِ) تفريعٌ علَى التّقييدِ بِمَالِ صَاحِبِهِ ط، قولُهُ: (إلّا فِى صُورَةِ الخَلطِ) وَ الاختِلَاطِ فَإنّهُ لا يَجُوزُ البَيعُ مِن غَيرِ شَرِيكِهِ بِلَا إذنِهِ. وَ الفَرقُ أنّ الشّرِكَةَ إذَا كَانَت بَينَهُمَا مِن الابتِدَاءِ بِأن اشتَرَيَا حِنطَةً أو وَرِثَاهَا. كَانَت كُلُّ حَبّةٍ مُشتَرَكَةً بَينَهُمَا فَبَيعُ كُلٍّ مِنهُمَا نَصِيبَهُ شَائِعًا جَائِزٌ مِن الشّرِيكِ وَ الأجنَبِيِّ بِخِلَافِ مَا إذَا كَانَت بِالخَلطِ أو الاختِلَاطِ كَانَ كُلُّ حَبّةٍ مَملُوكَةً بِجَمِيعِ أجزَائِهَا لَيسَ لِلآخَرِ فِيهَا شِركَةٌ فَإذَا بَاعَ نَصِيبَهُ مِن غَيرِ الشّرِيكِ لا يَقدِرُ عَلَى تَسلِيمِهِ إلّا مَخلُوطًا بِنَصِيبِ الشّرِيكِ فَيَتَوَقّفُ عَلَى إذنِهِ بِخِلَافِ بَيعِهِ مِن الشّرِيكِ لِلقُدرَةِ عَلَى التّسلِيمِ وَ التّسَلُّمِ.اهـ فتح و بحر (رد المحتار ۶/۳۶۱)

﴿۱۰﴾ حوالہ اصل مسئلہ کے تحت موجود ہے۔

﴿۱۱﴾ قال العلامة العينى رحمه الله تعالىٰ: و قال أبوحنيفة و أصحابه يجوز بيع الغائب على الصفة و غير الصفة و للمشترى خيار الرؤية و روى ذلك أيضا عن ابن عباس و النخعى و الشعبى و الحسن البصرى و مكحول و الأوزاعى و سفيان و قال صاحب التلويح كأنهم استندوا إلى ما رواه الدارقطنى فى سننه عن أبى هريرة ؓ يرفعه من اشترى شيئًا لم يره فله الخيار، قلت: هذا الحديث رواه الدارقطنى فى سننه عن داهر بن نوح حدثنا عمر بن إبراهيم بن خالد الكردى حدثنا وهيب اليشكرى عن محمد بن سيرين عن أبى هريرة ؓ قال: قال رسول الله ﷺ: من اشترى شيئًا لم يره فهو بالخيار إذا رآه.

(عمدة القارى ۸ /۳۴۰ ،بيروت)

قال العلامة ظفر احمد العثمانى رحمه الله تعالىٰ: اختلاف العلماء فى بيع الغائب اذا عرفت هذا فنقول قال الموفق: و فى بيع الغائب روايتان أظهرهما أن

الغائب الذی لم یوصف و لم یتقدم رؤیته لا یصح بیعه و بهذا قال الشعبی و النخعی و الحسن و الأوزاعی و مالک و اسحاق وهو أحد قولی الشافعی و فی روایة اخریٰ أنه یصح و هو مذهب أبی حنیفة و القول الثانی للشافعی و هل یثبت للمشتری خیار الرؤیت؟ علی روایتین أشهرهما ثبوته و هو قول أبی حنیفة و احتج من أجازه بعموم قول الله تعالیٰ: ﴿و أحل الله البیع﴾ و روی عن عثمان و طلحة رضی الله تعالیٰ عنهما أنهما تبایعا داریها بالکوفة و الأخریٰ بالمدینة، فقیل لعثمان ؓ: انک قد غبنت، فقال: ما أبالی لأنی بعت ما لم أره، و قیل لطلحة ؓ فقال: لی الخیار لأنی اشتریت ما لم أره، فتحاکم الی جبیر ؓ فجعل الخیار لطلحة ؓ و هذا اتفاق عنه علی صحة البیع و لأنه عقد معاوضة فلم تفتقر صحته الی رؤیة المعقود علیه کالنکاح (اعلاء السنن ۱۴/۱۲۸)

قال العلامة المنلاعلی القاری رحمه الله تعالیٰ: قال ابن الملک: هذا یحتمل أمرین أحدهما أن یشتری له من أحد متاعا فیکون دلالا و هذا یصح و الثانی أن یبیع منه متاعا لا یملکه ثم یشتریه من مالکه و یدفعه إلیه و هذا باطل لأنه باع ما لیس فی ملکه وقت البیع و هذا معنی قوله: قال: لا تبع ما لیس عندک أی شیئا لیس فی ملکک حال العقد (المرقاة ۶/۸۸ : ط رشیدیه قدیم)

﴿۱۲﴾ قال العلامة الحصکفی رحمه الله تعالیٰ: بخلاف بیعه قبله فإنه باطل مطلقا، جوهرة. قلت: و فی المواهب: و فسد بیع المنقول قبل قبضه انتهی. و نفی الصحة یحتملهما.

قال العلامة ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ: تَتِمَّةٌ جَمِیعُ مَا مَرَّ إِنَّمَا هُوَ فِی تَصَرُّفِ المشتری فِی المَبِیعِ قَبلَ قَبضِهِ فَلَو تَصَرَّفَ فِیهِ البَائِعُ قَبلَ قَبضِهِ فَإِمَّا بِأَمرِ المُشتَرِی أَو لَا فَلَو بِأَمرِهِ کَأَن أَمَرَهُ أَن یَهَبَهُ مِن فُلَانٍ أَو یُؤَجِّرَهُ فَفَعَلَ وَ سَلَّمَ صَحَّ وَ صَارَ المُشتَرِی قَابِضًا وَ کَذَا لَو أَعَارَ البَائِعُ أَو وَهَبَ أَو رَهَنَ فَأَجَازَ المُشتَرِی وَ



لَو قَالَ ادفع الثَّوبَ إِلَی فُلَانٍ یُمسِکُهُ إِلَی أَن أَدفَعَ لَکَ ثَمَنَهُ فَهَلَکَ عِندَ فُلَانٍ لَزِمَ البَائِعَ؛ لِأَنَّ إِمسَاکَ فُلَانٍ لِأَجلِ البَائِعِ وَ لَو أَمَرَهُ بِالبَیعِ فَإِن قَالَ: بِعهُ لِنَفسِکَ أَو بِعهُ فَفَعَلَ کَانَ فَسخًا وَ إِن قَالَ: بِعهُ لِی لَا یَجُوزُ (رد المحتار ۷/۳۸۶)

﴿۱۳﴾ اس کی عبارت اصل جواب کے تحت موجود ہے۔

﴿۱۴﴾ قال العلامة ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ: و الفرق بین الثمن و القیمة: أن الثمن ماتراضی علیه المتعاقدان (رد المحتار ۷/۱۱۷)

﴿۱۵﴾ قال العلامة الحصکفی رحمه الله تعالیٰ: و لا (بیع منقول) قبل قبضه و لو من بائعه کما سیجیئ (الدر المختار ۷/۳۸۴)

قال العلامة ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ: قول (و الأصل الخ) قال فی الفتح: الأصل أن کل عقد ینفسخ بهلاک العوض قبل القبض لم یجز التصرف فی ذلک العوض قبل قبضه کالمبیع فی البیع و الأجرة إذا کانت عینا فی الاجارة و بدل الصلح عن الدین إذا کان عینا لا یجوز بیع شئ من ذلک و لا أن یشرک فیه غیره ........... بخلاف التصرف الذی یتم قبل القبض کالبیع مثلاً فإنه لا یجوز لأنه إذا قبضه المشتری الثانی لا یکون قابضا عن الأول لعدم توقف البیع علی القبض فیلزم منه تملیک المبیع قبل قبضه و هو لا یصح لکن یرد علی الأصل المذکور العتق و التدبیر بأن أعتق أو دبر المبیع قبل قبضه فقد علمت جوازه اتفاقا مع أنه یتم قبل القبض و هو تصرف فی عقد (ردالمحتار ۷/۳۸۵)

﴿۱۶﴾ قال العلامة المنلا علی القاری رحمه الله تعالیٰ: للسلعة بالکسر أی مظنة و سبب انفاقها أی رواجها فی ظن الحالف (ممحقة للبرکة) أی سبب لذهاب برکة المکسوب إما بتلف یلحقه فی ماله أو بانفاقه فی غیر ما یعود نفعه إلیه فی العاجل أو ثوابه فی الآجل أو بقی عنده و حرم نفعه أو ورثه من لا یحمده

(مرقاة المفاتیح ۶/۳۰)

قال العلامة شيخ الاسلام التمرتاشى رحمه الله تعالىٰ: الكذب مباح لاحياء حقه و دفع الظلم عن نفسه و المراد التعريض لأن عين الكذب حرام.

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: تحت قوله: (الكذب مباح لاحياء حقه) و اعلم أن الكذب قد يباح و قد يجب، و الضابط فيه كما فى تبيين المحارم وغيره عن الاحياء: ان كل مقصود محمود يمكن التوصل اليه بالصدق و الكذب جميعاً، فالكذب فيه حرام، و ان أمكن التوصل اليه بالكذب وحده فمباح ان أبيح تحصيل ذلك المقصود و واجب ان وجب تحصيله

(رد المحتار ۹/۷۰۴، باب الحظر و الاباحة)

﴿۱۷﴾ عن تميم الدارى رضي الله عنه قال: قال رسول اله ﷺ: ان الدين النصيحة ان الدين النصيحة ان الدين النصيحة قالوا: لمن؟ يا رسول الله! قال: لله و كتابه و رسوله و ائمة المؤمنين و عامتهم أو ائمة المسلمين و عامتهم.

قال العلامة خليل احمد السهار نفورى رحمه الله تعالىٰ: قال الخطابى رحمه الله تعالىٰ: فمعنى نصيحة الله تعالىٰ صحة الاعتقاد بوحدانيته و اخلاص النية فى عبادته و النصيحة لكتاب الله الايمان به و العمل بما فيه و النصيحة لرسول الله ﷺ التصديق لنبوته و بذل الطاعة له فيما أمربه و نهى عنه و النصيحة لائمة المؤمنين أن يطيعهم فى الحق و ان لايرى الخروج عليهم بالسيف اذا جاروا و النصيحة لعامة المسلمين ارشادهم الى مصالحهم (بذل المجهود ۵/۲۶۶)

﴿۱۸﴾ قال العلامة ابن نجيم رحمه الله تعالىٰ: وَ أَمَّا مَا يَصِيرُ بِهِ قَابِضًا حَقِيقَةً فَفِى التَّجرِيدِ تَسلِيمُ المَبِيعِ أَن يُخَلِّيَ بَينَهُ وَ بَينَ المَبِيعِ عَلَى وَجهٍ يَتَمَكَّنُ مِن قَبضِهِ بِغَيرِ حَائِلٍ وَ كَذَا تَسلِيمُ الثَّمَنِ وَ فِى الأَجنَاسِ يُعتَبَرُ فِى صِحَّةِ التَّسلِيمِ ثَلَاثَةُ مَعَانٍ أَن يَقُولَ خَلَّيتُ بَينَكَ وَ بَينَ المَبِيعِ وَ أَن يَكُونَ بِحَضرَةِ المُشتَرِى عَلَى صِفَةٍ يَتَأَتَّى فِيهِ الفِعلُ مِن غَيرِ مَانِعٍ وَ أَن يَكُونَ مُفرَزًا غَيرَ مَشغُولٍ بِحَقِّ غَيرِهِ.



قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: قوله: (و أما ما يصير به قابضاً حقيقة) فيه نظر و الظاهر أن يقول حكماً بدل حقيقة لأن حقيقة القبض التسليم باليد و التخلية المذكورة ليست كذلك بل غايتها التمكن من حقيقة القبض.

(البحر الرائق مع منحة الخالق ۵/۵۱۵)

قال ملك العلماء الكاسانى رحمه الله تعالىٰ: وَ أَمَّا تَفسِيرُ التَّسلِيمِ وَ القَبضِ فَالتَّسلِيمُ وَ القَبضُ عِندَنَا هُوَ التَّخلِيَةُ وَ التَّخَلِّي وَ هُوَ أَن يُخَلِّيَ البَائِعُ بَينَ المَبِيعِ وَ بَينَ المُشتَرِى بِرَفعِ الحَائِلِ بَينَهُمَا عَلَى وَجهٍ يَتَمَكَّنُ المُشتَرِى مِنَ التَّصَرُّفِ فِيهِ فَيُجعَلُ البَائِعُ مُسَلِّمًا لِلمَبِيعِ وَ المُشتَرِى قَابِضًا لَهُ، ثُمَّ لَا خِلَافَ بَينَ أَصحَابِنَا فِى أَنَّ أَصلَ القَبضِ يَحصُلُ بِالتَّخلِيَةِ فِى سَائِرِ الأَموَالِ وَ اختَلَفُوا فِى أَنَّهَا هَل هِيَ قَبضٌ تَامٌّ فِيهَا أَم لَا وَ جُملَةُ الكَلَامِ فِيهِ أَنَّ المَبِيعَ لَا يَخلُو إِمَّا أَن يَكُونَ مِمَّا لَهُ مِثلٌ وَ إِمَّا أَن يَكُونَ مِمَّا لَا مِثلَ لَهُ فَإِن كَانَ مِمَّا لَا مِثلَ لَهُ مِنَ المَذرُوعَاتِ وَ المَعدُودَاتِ المُتَفَاوِتَةِ فَالتَّخلِيَةُ فِيهَا قَبضٌ تَامٌّ بِلَا خِلَافٍ حَتَّى لَو اشتَرَى مَذرُوعًا مُذَارَعَةً أَو مَعدُودًا مُعَادَدَةً وَ وُجِدَت التَّخلِيَةُ يَخرُجُ عَن ضَمَانِ البَائِعِ وَ يَجُوزُ لَهُ بَيعُهُ وَ الانتِفَاعُ بِهِ قَبلَ الذَّرعِ وَ العَدِّ بِلَا خِلَافٍ وَ إِن كَانَ مِمَّا لَهُ مِثلٌ فَإِن بَاعَهُ مُجَازَفَةً فَكَذَلِكَ؛ لِأَنَّهُ لَا يُعتَبَرُ مَعرِفَةُ القَدرِ فِى بَيعِ المُجَازَفَةِ وَ إِن بَاعَ مُكَايَلَةً أَو مُوَازَنَةً فِى المَكِيلِ وَ المَوزُونِ وَ خَلَّى فَلَا خِلَافَ فِى أَنَّ المَبِيعَ يَخرُجُ عَن ضَمَانِ البَائِعِ وَ يَدخُلُ فِى ضَمَانِ المُشتَرِى حَتَّى لَو هَلَكَ بَعدَ التَّخلِيَةِ قَبلَ الكَيلِ وَ الوَزنِ يُهلَكُ عَلَى المُشتَرِى. وَ كَذَا لَا خِلَافَ فِى أَنَّهُ لَا يَجُوزُ لِلمُشتَرِى بَيعُهُ وَ الِانتِفَاعُ بِهِ قَبلَ الكَيلِ وَ الوَزنِ وَ كَذَا لَو اكتَالَهُ المُشتَرِى أَو اتَّزَنَهُ مِن بَائِعِهِ ثُمَّ بَاعَهُ مُكَايَلَةً أَو مُوَازَنَةً مِن غَيرِهِ لَم يَحِلَّ لِلمُشتَرِى مِنهُ أَن يَبِيعَهُ أَو يَمتَنِعَ بِهِ حَتَّى يَكِيلَهُ أَو يَزِنَهُ وَ لَا يُكتَفَى بِاكتِيَالِ البَائِعِ أَو اتِّزَانِهِ مِن بَائِعِهِ وَ إِن كَانَ ذَلِكَ بِحَضرَةِ هَذَا المُشتَرِى لِمَا رُوِىَ عَن رَسُولِ ﷺ أَنَّهُ نَهَى عَن بَيعِ الطَّعَامِ حَتَّى يُجرَى فِيهِ صَاعَانِ صَاعُ البَائِعِ وَ صَاعُ المُشتَرِى. وَ رُوِىَ أَنَّهُ

عَلَيهِ الصَّلاةُ وَ السَّلامُ نَهَى عَن بَيعِ الطَّعامِ حَتَّى يُكَالَ. لٰكِن اختَلَفُوا فِي أَنَّ حُرمَةَ التَّصَرُّفِ قَبلَ الكَيلِ أَوِ الوَزنِ لِانعِدَامِ القَبضِ بِانعِدَامِ الكَيلِ أَوِ الوَزنِ أَو شَرعًا غَيرَ مَعقُولِ المَعنَى مَعَ حُصُولِ القَبضِ بِتَمَامِهِ بِالتَّخلِيَةِ قَالَ بَعضُ مَشَايِخِنَا: إِنَّهَا تَثبُتُ شَرعًا غَيرَ مَعقُولِ المَعنَى وَ قَالَ بَعضُهُم: الحُرمَةُ لِمَكَانِ انعِدَامِ القَبضِ عَلَى التَّمَامِ بِالكَيلِ أَوِ الوَزنِ وَ كَمَا لَا يَجُوزُ التَّصَرُّفُ فِي المَبِيعِ المَنقُولِ بِدُونِ قَبضِهِ أَصلًا لَا يَجُوزُ بِدُونِ قَبضِهِ بِتَمَامِهِ وَ أَمَّا المَعدُودَاتُ المُتَقَارِبَةُ إِذَا بِيعَت عَدَدًا لَا جُزَافًا فَحُكمُهَا حُكمُ المَكِيلَاتِ وَ المَوزُونَاتِ عِندَ أَبِي حَنِيفَةَ حَتَّى لَا يَجُوزَ بَيعُهَا إِلَّا بَعدَ العَدِّ هذا اذا كان المبيع فى يد البائع وقت البيع.

(بدائع الصنائع ۴/۴۹۸: ۴۹۹، ط: رشیدیه جدید)

قال العلامةالحصكفى رحمه الله تعالىٰ: ثم التسليم يكون بالتخلية على وجه يتمكن من القبض بلا مانع و لا حائل و شرط فى الاجناس شرطا ثالثا و هو أن يقول: خليت بينك و بين المبيع ......... الخ

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: قَولُهُ: (عَلَى وَجهٍ يَتَمَكَّنُ مِنَ القَبضِ) ........... وَ حَاصِلُهُ: أَنَّ التَّخلِيَةَ قَبضٌ حُكمًا لَو مَعَ القُدرَةِ عَلَيهِ بِلَا كُلفَةٍ لٰكِنَّ ذٰلِكَ يَختَلِفُ بِحَسَبِ حَالِ المَبِيعِ فَفِي نَحوِ حِنطَةٍ فِي بَيتٍ مَثَلًا فَدَفعُ المِفتَاحِ إِذَا أَمكَنَهُ الفَتحُ بِلَا كُلفَةٍ قَبضٌ ..... قَولُهُ: (بِلَا مَانِعٍ) بِأَن يَكُونَ مُفرَزًا غَيرَ مَشغُولٍ بِحَقِّ غَيرِهِ ..... قَولُهُ: (وَلَا حَائِلٍ) بِأَن يَكُونَ فِي حَضرَتِهِ ..... قَولُهُ: (أَن يَقُولَ خَلَّيتُ إلخ) الظَّاهِرُ أَنَّ المُرَادَ بِهِ الإِذنُ بِالقَبضِ لَا خُصُوصُ لَفظِ التَّخلِيَةِ (ردالمحتار ۷/ ۹۵: ۹۷، ط: رشيديه)

قال العلامة محمودبن احمدبن عبدالعزيز رحمه الله تعالىٰ: و تسليم المبيع: هو أن يخلى بين المبيع و بين المشترى على وجه يتمكن المشترى من قبضه من غير حائل (المحيط البرهانى ۹/ ۲۳۹)



﴿۱۹﴾ حوالہ جات اصل جواب کے تحت مذکور ہیں۔

﴿۲۰، ۲۱﴾ قال العلامة ابن نجيم رحمه الله تعالىٰ: قوله: (لا بيع المنقول) أى لايصح لنهيه ﷺ عن بيع ما لم يقبض (البحر الرائق ۶/ ۱۹۳)

قال ملك العلماء الكاسانى رحمه الله تعالىٰ: و منها القبض فى بيع المشترى المنقول فلا يصح بيعه قبل القبض (بدائع الصنائع ۴/ ۳۹۴)

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ: (لا) يصح اتفاقا ...... (بيع منقول) قبل قبضه.

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: و لا يصح بيع منقول الخ ...... (الشامية ۷/ ۳۸۴)

﴿۲۲، ۲۳﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ تحت قوله: (أمر كَفِيلَهُ بِبَيعِ العِينَةِ) أَي بَيعِ العَينِ بِالرِّبحِ نَسِيئَةً ..... وَ هُوَ مَكرُوهٌ أَي عِندَ مُحَمَّدٍ وَ بِهِ جَزَمَ فِي الهِدَايَةِ. قَالَ فِي الفَتحِ: وَ قَالَ أَبُو يُوسُفَ: لَا يُكرَهُ هٰذَا البَيعُ؛ لِأَنَّهُ فَعَلَهُ كَثِيرٌ مِنَ الصَّحَابَةِ وَ حُمِدُوا عَلَى ذٰلِكَ وَ لَم يَعُدُّوهُ مِنَ الرِّبَا حَتَّى لَو بَاعَ كَاغِدَةً بِأَلفٍ يَجُوزُ وَ لَا يُكرَهُ. وَ قَالَ مُحَمَّدٌ: هٰذَا البَيعُ فِي قَلبِي كَأَمثَالِ الجِبَالِ ذَمِيمٌ اختَرَعَهُ أَكَلَةُ الرِّبَا وَ قَد ذَمَّهُم رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: إِذَا تَبَايَعتُم بِالعِينَةِ وَ اتَّبَعتُم أَذنَابَ البَقَرِ ذَلَلتُم وَ ظَهَرَ عَلَيكُم عَدُوُّكُم أَي اشتَغَلتُم بِالحَرثِ عَنِ الجِهَادِ. وَ فِي رِوَايَةٍ سُلِّطَ عَلَيكُم شِرَارُكُم فَيَدعُوا خِيَارُكُم فَلَا يُستَجَابُ لَكُم وَ قِيلَ إِيَّاكَ وَ العِينَةَ فَإِنَّهَا اللَّعِينَةُ. ثُمَّ قَالَ فِي الفَتحِ مَا حَاصِلُهُ: إِنَّ الَّذِي يَقَعُ فِي قَلبِي أَنَّهُ إِن فُعِلَت صُورَةٌ يَعُودُ فِيهَا إِلَى البَائِعِ جَمِيعُ مَا أَخرَجَهُ أَو بَعضُهُ كَعَودِ الثَّوبِ إِلَيهِ فِي الصُّورَةِ المَارَّةِ وَ كَعَودِ الخَمسَةِ فِي صُورَةِ إِقرَاضِ الخَمسَةَ عَشَرَ فَيُكرَهُ يَعنِي تَحرِيمًا فَإِن لَم يَعُد كَمَا إِذَا بَاعَهُ المَديُونُ فِي السُّوقِ فَلَا كَرَاهَةَ فِيهِ بَل خِلَافُ الأَولَى فَإِنَّ الأَجَلَ قَابَلَهُ قِسطٌ مِنَ الثَّمَنِ وَ القَرضُ غَيرُ وَاجِبٍ عَلَيهِ دَائِمًا بَل هُوَ مَندُوبٌ وَ مَا لَم تَرجِع إِلَيهِ العَينُ الَّتِي خَرَجَت مِنهُ لَا يُسَمَّى بَيعَ

العِينَةِ؛ لِأَنَّهُ مِن العَينِ المُسترجَعَةِ لَا العَينِ مُطلَقًا وَ إِلَّا فَكُلُّ بَيعٍ بَيعُ العِينَةِ اهـ وَ أَقَرَّهُ فِي البَحرِ وَ النَّهرِ و الشرنبلالية وَ هُوَ ظَاهِرٌ وَ جَعَلَهُ السَّيِّدُ أَبُو السُّعُودِ مَحمَلَ قَولِ أَبِي يُوسُفَ وَ حَمَلَ قَولَ مُحَمَّدٍ وَ الحَدِيثَ عَلَى صُورَةِ العَودِ.

(ردالمحتار ۲۵۵/۷)

قال العلامة ابن نجيم رحمه الله تعالىٰ: وَ المُرَادُ بِقَولِهِ تَعَيَّنَ عَلَيهِ حَرِيرًا اشتَرِ حَرِيرًا بِطَرِيقِ العِينَةِ وَ مَا لَم تَرجِع إِلَيهِ العَينُ الَّتِي خَرَجَت مِنهُ لَا يُسَمَّى بَيعَ العِينَةِ؛ لِأَنَّهُ مِن العَينِ المُسترجَعَةِ لَا العَينِ مُطلَقًا وَ إِلَّا فَكُلُّ بَيعٍ بَيعُ العِينَةِ وَ فِي البِنَايَةِ أَنَّ الكَرَاهَةَ فِي هَذَا البَيعِ حَصَلَت مِن المَجمُوعِ فَإِنَّ الإِعرَاضَ عَن الإِقرَاضِ لَيسَ بِمَكرُوهٍ وَ البُخلُ الحَاصِلُ مِن طَلَبِ الرِّبحِ فِي التِّجَارَاتِ كَذٰلِكَ وَ إِلَّا لَكَانَت المُرَابَحَةُ مَكرُوهَةً (البحر الرائق ۳۹۱/۶)

﴿۲۴﴾ قال العلامة ابن نجيم رحمه الله تعالىٰ: وَ لَا يُسَعِّرُ السُّلطَانُ إِلَّا أَن يَتَعَدَّى أَربَابُ الطَّعَامِ عَن القِيمَةِ تَعَدِّيًا فَاحِشًا لِقَولِهِ عَلَيهِ الصَّلَاةُ وَ السَّلَامُ: لَا تُسَعِّرُوا فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ المُسَعِّرُ القَابِضُ البَاسِطُ الرَّازِقُ وَ لِأَنَّ الثَّمَنَ حَقُّ البَائِعِ وَ كَانَ إِلَيهِ تَقدِيرُهُ فَلَا يَنبَغِي لِلإِمَامِ أَن يَتَعَرَّضَ لِحَقِّهِ إِلَّا إِذَا كَانَ أَربَابُ الطَّعَامِ يَحتَكِرُونَ عَلَى المُسلِمِينَ وَ يَتَعَدَّونَ فِي القِيمَةِ تَعَدِّيًا فَاحِشًا وَ عَجَزَ السُّلطَانُ عَن مَنعِهِ إِلَّا بِالتَّسعِيرِ بِمُشَاوَرَةِ أَهلِ الرَّأيِ وَ النَّظَرِ فَإِذَا فَعَلَ ذٰلِكَ عَلَى رَجُلٍ فَتَعَدَّى وَ بَاعَ بِثَمَنٍ فَوقَهُ أَجَازَهُ القَاضِي وَ هَذَا لَا يُشكِلُ عَلَى قَولِ الإِمَامِ؛ لِأَنَّهُ لَا يَرَى الحَجرَ عَلَى الحُرِّ وَ كَذَا عِندَهُمَا إِلَّا أَن يَكُونَ الحَجرُ عَلَى قَومٍ بِأَعيَانِهِم وَ يَنبَغِي لِلقَاضِي وَ لِلسُّلطَانِ أَن لَا يُعَجِّلَ بِعُقُوبَةِ مَن بَاعَ فَوقَ مَا سَعَّرَ بَل يَعِظُهُ وَ يَزجُرُهُ وَ إِن رُفِعَ إِلَيهِ ثَانِيًا فَعَلَ بِهِ كَذٰلِكَ وَ هَدَّدَهُ وَ إِن رُفِعَ إِلَيهِ ثَالِثًا حَبَسَهُ وَ عَزَّرَهُ حَتَّى يَمتَنِعَ عَنهُ وَ يَمتَنِعَ الضَّرَرُ عَن النَّاسِ وَ فِي العَتَّابِيِّ: وَ لَو بَاعَ شَيئًا بِثَمَنٍ زَائِدٍ عَلَى مَا قَدَّرَهُ الإِمَامُ فَلَيسَ عَلَى الإِمَامِ أَن يَنقُضَهُ وَ الغَبنُ الفَاحِشُ هُوَ أَن يَبِيعَهُ بِضِعفِ



قِيمَتِهِ وَ إِذَا امتَنَعَ أَربَابُ الطَّعَامِ عَن بَيعِهِ لَا يَبِيعُهُ القَاضِي أَو السُّلطَانُ عِندَ الإِمَامِ وَ عِندَهُمَا يَبِيعُ بِنَاءً عَلَى أَنَّهُ لَا يَرَى الحَجرَ عَلَى الحُرِّ البَالِغِ العَاقِلِ وَ هُمَا يَرَيَانِهِ. امتَنَعَ المُحتَكِرُ مِن بَيعِ الطَّعَامِ لِلإِمَامِ أَن يَبِيعَهُ عَلَيهِ عِندَهُم جَمِيعًا عَلَى مَسأَلَةِ الحَجرِ وَ قِيلَ يَبِيعُ بِالإِجمَاعِ؛ لِأَنَّهُ اجتَمَعَ ضَرَرٌ عَامٌّ الطَّعَامِ يَبِيعُهُ الإِمَامُ عَلَيهِ عِندَهُم جَمِيعًا. وَ مَن بَاعَ مِنهُم بِمَا قَدَّرَهُ الإِمَامُ صَحَّ لِأَنَّهُ غَيرُ مُكرَهٍ عَلَى البَيعِ كَذَا فِي الهِدَايَةِ وَ فِي المُحِيطِ إِن كَانَ البَائِعُ يَخَافُ إِذَا زَادَ فِي الثَّمَنِ عَلَى مَا قَدَّرَهُ أَو نَقَصَ فِي البَيعِ يَضرِبُهُ الإِمَامُ أَو مَن يَقُومُ مَقَامَهُ لَا يَحِلُّ لِلمُشتَرِي ذٰلِكَ؛ لِأَنَّهُ فِي مَعنَى المُكرَهِ وَ الحِيلَةُ فِي ذٰلِكَ أَن يَقُولَ تَبِيعُنِي بِمَا تُحِبُّ.

(البحر الرائق ۳۷۰/۸)

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ: (و لا يسعر حاكم) لقوله عليه الصلاة و السلام: لا تسعروا فإن الله هو المسعر القابض الباسط الرازق، إلا إذا تعدى الأرباب عن القيمة تعديا فاحشا فيسعر بمشورة أهل الرأى، و قال مالك: على الوالى التسعير عام الغلاء و فى الاختيار: ثم إذا سعر و خاف البائع ضرب الامام لو نقص لا يحل للمشترى و حيلته أن يقول له بعنى بما تحب.

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: قَولُهُ: (وَ لَا يُسَعِّرُ حَاكِمٌ) أَي يُكرَهُ ذٰلِكَ كَمَا فِي المُلتَقَى وَ غَيرِهِ ..... قَولُهُ: (تَعَدِّيًا فَاحِشًا) ..... بَيَّنَهُ الزَّيلَعِيُّ وَ غَيرُهُ بِالبَيعِ بِضِعفِ القِيمَةِ ط قَولُهُ: (بِمَا تُحِبُّ) فَحِينَئِذٍ بِأَيِّ شَيءٍ بَاعَهُ يَحِلُّ زَيلَعِيٌّ. وَ ظَاهِرُهُ أَنَّهُ لَو بَاعَهُ بِأَكثَرَ يَحِلُّ وَ يَنفُذُ البَيعُ وَ لَا يُنَافِي ذٰلِكَ مَا ذَكَرَهُ الزَّيلَعِيُّ وَ غَيرُهُ مِن أَنَّهُ لَو تَعَدَّى رَجُلٌ وَ بَاعَ بِأَكثَرَ أَجَازَهُ القَاضِي لِأَنَّ المُرَادَ أَنَّ القَاضِي يُمضِيهِ وَ لَا يَفسَخُهُ وَ لِذَا قَالَ القُهُستَانِيُّ: جَازَ وَ أَمضَاهُ القَاضِي خِلَافًا لِمَا فَهِمَهُ أَبُو السُّعُودِ مِن أَنَّهُ لَا يَنفُذُ مَا لَم يُجِزهُ القَاضِي (ردالمحتار ۹/ ۶۵۹، ط : رشيديه)

﴿۲۵﴾ تفصیل اصل جواب کے تحت موجود ہے۔

﴿۲۶﴾ قال العلامة ابن نجيم رحمه الله تعالىٰ: وَ فِي الْأَجناسِ يُعتَبَرُ فِي صِحَّةِ التَّسلِيمِ ثَلاثَةُ مَعَانٍ أَن يَقُولَ خَلَّيتُ بَينَكَ وَ بَينَ المَبِيعِ وَ أَن يَكُونَ بِحَضرَةِ المُشتَرِى عَلَى صِفَةٍ يَتَأَتَّى فِيهِ الفِعلُ مِن غَيرِ مَانِعٍ وَ أَن يَكُونَ مُفرَزًا غَيرَ مَشغُولٍ بِحَقِّ غَيرِه. فَلَو كَانَ المَبِيعُ شَاغِلًا كَالحِنطَةِ فِي جَوَالِقِ البَائِعِ لَم يَمنَعهُ ..... وَ كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ يَقُولُ القَبضُ أَن يَقُولَ خَلَّيتُ بَينَكَ وَ بَينَ المَبِيعِ فَاقبِضهُ وَ يَقُولُ المُشتَرِى وَ هُوَ عِندَ البَائِعِ قَبَضتُه ..... وَ فِي الثَّوبِ إِن أَخَذَهُ بِيَدِهِ أَو خَلَّى بَينَهُ وَ بَينَهُ وَ هُوَ مَوضُوعٌ عَلَى الأَرضِ فَقَالَ: خَلَّيتُ بَينَكَ وَ بَينَهُ فَاقبِضهُ فَقَالَ قَبَضتُهُ فَهُوَ قَبضٌ (البحرالرائق ۵/۵۱۵)

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ : وَحَاصِلُهُ : أَنَّ التَّخلِيَةَ قَبضٌ حُكمًا لَو مَعَ القُدرَةِ عَلَيهِ بِلَا كُلفَةٍ لٰكِنَّ ذٰلِكَ يَختَلِفُ بِحَسَبِ حَالِ المَبِيعِ ......... وَفِي نَحوِ ثَوبٍ فَكَونُهُ بِحَيثُ لَو مَدَّ يَدَهُ تَصِلُ إِلَيهِ قَبضٌ .(ردالمحتار ۷/۹۶)

فی الهندية : وتسليم المبيع هو أن يخلى بين المبيع وبين المشترى على وجه يتمكن المشترى من قبضه بغير حائل...... و اجمعوا على أن التخلية فى البيع الجائز تكون قبضاً...... والتخلية فى بيت البائع صحيحة عند محمد رحمه الله تعالىٰ ......وعليه الفتوىٰ .(الهندية ۳/۱۶)

قال شمس الائمه الحلوانى رحمه الله تعالىٰ ذكر فى النوازل أن الرجل باع ضيعة وخلىٰ بينها وبين المشترى ان كان يقرب من الضيعة يصير المشترى قابضاً وان كان يبعد عنها لا يصير قابضاً .(خلاصة الفتاوىٰ ۳/۸۹)

﴿۲۷، ۲۸﴾ وفى الهندية : الاجارة تنتقض بالاعذار عندنا وذلك على وجوه اما ان يكون من قبل احد العاقدين او من قبل المعقود عليه واذا تحقق العذر ذكر فى بعض الروايات أن الاجارة لاتنتقض وفى بعضها تنتقض ومشايخنا وفقوافقالوا ان كانت الاجارة لغرض ولم يبق ذلك الغرض او كان عذر يمنعه



من الجرى على موجب العقد شرعا تنتقض الاجارة من غير نقض.

(الهندية ۴/۴۵۷ ط: رشيديه)

﴿۲۹﴾ قال العلامةالزيلعى رحمه الله :قَالَ رَحِمَهُ اللّٰهُ (وَالمَتَاعُ فِي يَدِهِ غَيرُ مَضمُونٍ بِالهَلَاكِ) سَوَاءٌ هَلَكَ بِسَبَبٍ يُمكِنُ التَّحَرُّزُ عَنهُ كَالسَّرِقَةِ أَو بِمَا لَا يُمكِنُ كَالحَرِيقِ الغَالِبِ وَالغَارَةِ المُكَابِرَةِ وَهٰذَا عِندَ أَبِي حَنِيفَةَ وَزُفَرَ وَالحَسَنِ بنِ زِيَادٍ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ القِيَاسُ وَقَالَا يَضمَنُ إِلَّا إِذَا هَلَكَ بِأَمرٍ لَا يُمكِنُ التَّحَرُّزُ عَنهُ ؛ لِأَنَّ عُمَرَ وَعَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُمَا كَانَا يُضَمِّنَانِ الأَجِيرَ المُشتَرَكَ فِي العَقدِ ......... وَبِقَولِهِمَا يُفتَى اليَومَ لِتَغَيُّرِ أَحوَالِ النَّاسِ وَبِهِ تَحصُلُ صِيَانَةُ أَموَالِهِم وَإِن شَرَطَ الضَّمَانَ عَلَى الأَجِيرِ المُشتَرَكِ فِي العَقدِ فَإِن شَرَطَ عَلَيهِ فِيمَا لَا يُمكِنُ الاحتِرَازُ عَنهُ لَا يَجُوزُ بِالإِجمَاعِ ؛ لِأَنَّهُ شَرطٌ لَا يَقتَضِيهِ العَقدُ وَفِيهِ مَنفَعَةٌ لِأَحَدِهِمَا فَفَسَدَت وَإِن شَرَطَ عَلَيهِ فِيمَا يُمكِنُ الاحتِرَازُ عَنهُ فَعَلَى الخِلَافِ فَعِندَهُمَا يَجُوزُ ؛ لِأَنَّهُ يَقتَضِيهِ العَقدُ عِندَهُمَا وَعِندَهُ يَفسُدُ ؛ لِأَنَّ العَقدَ لَا يَقتَضِيهِ فَيَكُونُ اشتِرَاطُهُ فِيهِ مُفسِدًا .(تبيين الحقائق ۶/۱۳۷: ۱۳۹)

وفى الهندية : حكم الاجير المشترك أن ماهلك فى يده من غير صنعه فلا ضمان عليه فى قول ابى حنيفة رحمه الله تعالىٰ وهو قول زفر والحسن وأنه قياس سواء هلك بامر يمكن التحرزعنه كالسرقة والغصب أو أمر لايمكن التحرزعنه كالحرقة الغالب والغارة الغالبة والمكابرة : وقال ابو يوسف و محمد رحمهما الله تعالىٰ ان هلك بأمر يمكن التحرز عنه فهو ضامن وان هلك بأمر لا يمكن التحرزعنه فلا ضمان ..........وبقولهما يفتى اليوم لتغير احوال الناس وبه يحصل صيانة أموالهم .......... وفى خلاصة الخانية فان شرط عليه الضمان فى العقد ان شرط عليه ضمان ماهلك فى يده بسبب لا يمكن الاحتراز عنه كالموت فسدت الاجارة فى قولهم وان شرط عليه ضمان ماهلك فى يده

بسبب يمكن الاحتراز عنه كالسرقة ونحوها فكذلك عند ابى حنيفة رحمه الله تعالىٰ وعندهما يصح الشرط والعقد كذا فى التتار خانيه.

(الفتاوى الهندية ۴/۵۰۰،ط رشيديه)

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: قَولُهُ (وَلا يَضمَنُ إلخ) اعلَم أنَّ الهَلاكَ إمَّا بِفِعلِ الأجِيرِ أو لا وَالأوَّلُ إمَّا بالتَّعدِّى أو لا. وَالثَّانِى إمَّا أن يُمكِنَ الاحتِرازُ عَنهُ أو لا فَفِى الأوَّلِ بِقِسمَيهِ يَضمَنُ اتِّفَاقًا. وَفِى ثَانِى الثَّانِى لا يَضمَنُ اتِّفَاقًا وَفِى أوَّلِهِ لا يَضمَنُ عِندَ الإمَامِ مُطلَقًا وَيَضمَنُ عِندَهُمَا مُطلَقًا. وَأفتَى المُتَأخِّرُونَ بِالصُّلحِ عَلَى نِصفِ القِيمَةِ مُطلَقًا وَقِيلَ إن مُصلِحًا لا يَضمَنُ وَإن غَيرَ مُصلِحٍ ضَمِنَ وَإن مَستُورًا فَالصُّلحُ اهـ ح وَالمُرَادُ بِالإطلَاقِ فِى المَوضِعَينِ المُصلِحُ وَغَيرُهُ. وَفِى البَدَائِعِ: لا يَضمَنُ عِندَهُ مَا هَلَكَ بِغَيرِ صُنعِهِ قَبلَ العَمَلِ أو بَعدَهُ؛ لِأنَّهُ أمَانَةٌ فِى يَدِهِ وَهُوَ القِيَاسُ. وَقَالَا يَضمَنُ إلَّا مِن حَرقٍ غَالِبٍ أو لُصُوصٍ مُكَابِرِينَ وَهُوَ استِحسَانٌ اهـ. قَالَ فِى الخَيرِيَّةِ: فَهَذِهِ أربَعَةُ أقوَالٍ كُلُّهَا مُصَحَّحَةٌ مُفتًى بِهَا وَمَا أحسَنَ التَّفصِيلَ الأخِيرَ وَالأوَّلُ قَولُ أبِى حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالَى. وَقَالَ بَعضُهُم: قَولُ أبِى حَنِيفَةَ قَولُ عَطَاءٍ وَطَاوُسٍ وَهُمَا مِن كِبَارِ التَّابِعِينَ وَقَولُهُمَا قَولُ عُمَرَ وَعَلِيٍّ وَبِهِ يُفتَى احتِشَامًا لِعُمَرَ وَعَلِيٍّ وَصِيَانَةً لِأموَالِ النَّاسِ وَاللّٰهُ أعلَم وَفِى التَّبيِينِ: وَبِقَولِهِمَا يُفتَى لِتَغَيُّرِ أحوَالِ النَّاسِ وَبِهِ يَحصُلُ صِيَانَةُ أموَالِهِم المَعقُودِ عَلَيهِ وَهُوَ المَنفَعَةُ مَضمُونَةٌ بِأجرِ المِثلِ اهـ

(ردالمحتار ۹/۱۰۹:۱۱۰)

﴿۳۰﴾ قال ملك العلماء الكاسانى رحمه الله: وَمِنهَا القَبضُ فِى بَيعِ المُشتَرَى المَنقُولِ فَلا يَصِحُّ بَيعُهُ قَبلَ القَبضِ؛ لِمَا رُوِىَ أنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَن بَيعِ مَا لَم يُقبَض وَالنَّهىُ يُوجِبُ فَسَادَ المَنهِىِّ؛ وَلِأنَّهُ بَيعٌ فِيهِ غَرَرُ الانفِسَاخِ بِهَلاكِ المَعقُودِ عَلَيهِ؛ لِأنَّهُ إذَا هَلَكَ



المَعقُودُ عَلَيهِ قَبلَ القَبضِ يَبطُلُ البَيعُ الأوَّلُ فَيَنفَسِخُ الثَّانِى؛ لِأنَّهُ بَنَاهُ عَلَى الأوَّلِ وَقَد نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ عَن بَيعٍ فِيهِ غَرَرٌ وَسَوَاءٌ بَاعَهُ مِن غَيرِ بَائِعِهِ أو مِن بَائِعِهِ؛ لِأنَّ النَّهىَ مُطلَقٌ لا يُوجِبُ الفَصلَ بَينَ البَيعِ مِن غَيرِ بَائِعِهِ وَبَينَ البَيعِ مِن بَائِعِهِ (بدائع الصنائع ۴/۳۹۳ ط: رشيديه جديد)

قال الامام قاضى خان رحمه الله تعالىٰ وحيلة أخرى أن يبيع المقرض من المستقرض سلعة بثمن مؤجل ويدفع السلعة الى المستقرض ثم ان المستقرض يبيعها من غيره بأقل مما اشترىٰ ثم ذلك الغير يبيعها من المقرض بما اشترىٰ لتصل السلعة اليه بعينها ويأخذ الثمن ويدفعها الى المستقرض فيصل المستقرض الى القرض ويحصل الربح للمقرض. وهذه الحيلة هى العينة التى ذكرها محمد رحمه الله تعالىٰ. (الخانية على هامش الهندية ۲/۲۷۹ ط: رشيديه)

﴿۳۱،۳۲﴾ قال الامام المرغينانى رحمه الله تعالىٰ: ومن اشترىٰ عشرة اذرع من مائة ذراع من دار اوحمام فالبيع فاسد عند ابى حنيفة رحمه الله تعالىٰ وقالا: هو جائز، وان اشترىٰ عشرة اسهم من مائة سهم جاز فى قولهم جميعاً.

قال المحقق ابن الهمام رحمه الله تعالى: وَمَبنَى الخِلافِ عَلَى أنَّ المُؤَدَّى عَشرَةُ أذرُعٍ مِن مِائَةِ ذِرَاعٍ مُعَيَّنٌ أو شَائِعٌ فَعِندَهُمَا شَائِعٌ كَأنَّهُ بَاعَ عُشرَ مِائَةٍ وَبَيعُ الشَّائِعِ جَائِزٌ اتِّفَاقًا كَمَا فِى بَيعِ عَشرَةِ أسهُمٍ مِن مِائَةِ سَهمٍ وَعِندَهُ مؤاداة قَدرٍ مُعَيَّنٍ وَالجَوَانِبُ مُختَلِفَةُ الجَودَةِ فَتَقَعُ المُنَازَعَةُ فِى تَعيِينِ مَكَانِ العَشرَةِ فَفَسَدَ البَيعُ فَلَو اتَّفَقُوا عَلَى أنَّ مُؤَدَّى عَشرَةِ أذرُعٍ مِن مِائَةٍ مِن هَذِهِ الدَّارِ شَائِعٌ لَم يَختَلِفُوا وَلَو اتَّفَقُوا عَلَى أنَّهُ مُتَعَيِّنٌ لَم يَختَلِفُوا فَهُوَ نَظِيرُ اختِلافِهِم فِى نِكَاحِ الصَّابِئَةِ مَبنِىٌّ عَلَى أنَّهُم يَعبُدُونَ الكَوَاكِبَ وَلا كِتَابَ لَهُم أو لَهُم كِتَابٌ فَلَو اتَّفَقُوا عَلَى الثَّانِى اتَّفَقُوا عَلَى جَوَازِهِ أو عَلَى الأوَّلِ اتَّفَقُوا عَلَى عَدَمِ الجَوَازِ وَقَد يُقَالُ فَائِدَتُهُ لا تَتَعَيَّنُ فِى ذَلِكَ لِجَوَازِ أن يُرفَعَ بِهِ الفَسَادُ فَإنَّ بَيعَ ..........

عَشَرَةِ أَذرُعٍ مِن ثَوبٍ لَا يَجُوزُ عَلَى قَولِ أَبِی حَنِيفَةَ وَلَا عَلَى قَولِهِمَا عَلَى تَخرِيجِ طَائِفَةٍ مِنَ المَشَايِخِ وَعَلَى قَولِ آخَرِينَ يَجُوزُ لِأَنَّهَا جَهَالَةٌ بِيَدِهِمَا إِزَالَتُهَا فَيُذرَعُ الكُلُّ فَيُعرَفُ نِسبَةُ العَشَرَةِ وَصُحِّحَ هَذَا بِنَاءً عَلَى مَا تَقَدَّمَ لَهُمَا مِن بَيعِ صُبرَةٍ لِجَوَازِ أَن يَكُونَ العَاقِدُ يَرَى الرَّأیَ الأَوَّلَ .وَلَمَّا وَضَعَ المَسأَلَةَ فِی الجَامِعِ فِی عَشَرَةِ أَذرُعٍ مِن مِائَةِ ذِرَاعٍ ظَهَرَ أَنَّ مَا قَالَ الخَصَّافُ مِن أَنَّ الفَسَادَ عِندَهُ فِيمَا إِذَا لَم يُعرَف جُملَةُ الذُّرعَانِ ؛ وَأَمَّا إِذَا عُرِفَ جُملَتُهَا فَالبَيعُ عِندَهُ صَحِيحٌ غَيرُ وَاقِعٍ مِن جِهَةِ الرِّوَايَةِ وَكَذَا مِن جِهَةِ الدِّرَايَةِ فَإِنَّ الفَسَادَ عِندَهُ لِلجَهَالَةِ كَمَا قُلنَا وَبِمَعرِفَةِ قَدرِ جُملَةِ المَبِيعِ لَا تَنتَفِی الجَهَالَةُ عَنِ البَعضِ الَّذِی بِيعَ مِنهُ وَاختَلَفَ المَشَايِخُ عَلَى قَولِهِمَا فِيمَا إِذَا بَاعَ ذِرَاعًا أَو عَشَرَةَ أَذرُعٍ مِن هَذِهِ الأَرضِ وَلَم يُسَمِّ جُملَتَهَا فَقِيلَ عَلَى قَولِهِمَا لَا يَجُوزُ ؛ لِأَنَّ صِحَّتَهُ عَلَى قَولِهِمَا بِاعتِبَارِ أَنَّهُ جُزءٌ شَائِعٌ مَعلُومُ النِّسبَةِ مِنَ الكُلِّ وَذَلِكَ فَرعُ مَعرِفَةِ جُملَتِهَا وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ يَجُوزُ لِأَنَّهَا جَهَالَةٌ بِأَيدِيهِمَا إِزَالَتُهَا بِأَن تُقَاسَ كُلُّهَا فَيُعرَفُ نِسبَةُ الذِّرَاعِ أَو العَشَرَةِ مِنهَا فَيُعلَمُ قَدرُ المَبِيعِ (فتح القدير ۶/ ۲۵۴،۲۵۵. ط: رشيديه جديد)

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالیٰ : وأما الثالث ،وهو شرائط الصحة فخمسة وعشرون منها عامة ومنها خاصة فالعامة لكل بيع شروط الانعقاد المارة لأن مالا ينعقد لا يصح، وعدم التوقيت، ومعلومية المبيع، ومعلومية الثمن بما يرفع المنازعة.(رد المحتار ۷/ ۱۴)

قال العلامة شمس الدين التمرتاشی رحمه الله تعالیٰ: فيصح استقراض الدارهم والدنانير وكذا ما يكال أو يوزن أو يعد متقاربا.(الدر المختار ۷/ ۴۰۷)

﴿۳۳﴾ اس کی عبارت سوال نمبر ۳۶ کی عبارت میں ملاحظہ فرمائیں۔

﴿۳۴﴾ قال شيخ الاسلام السرخسی رحمه الله تعالیٰ: وَالشَّرِيكَانِ فِی العَمَلِ إِذَا غَابَ أَحَدُهُمَا أَو مَرِضَ أَو لَم يَعمَل وَعَمِلَ الآخَرُ : فَالرِّبحُ بَينَهُمَا



عَلَى مَا اشتَرَطَا ؛ لِمَا رُوِیَ أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : أَنَا أَعمَلُ فِی السُّوقِ وَلِی شَرِيكٌ يُصَلِّی فِی المَسجِدِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ : لَعَلَّكَ بَرَكَتُكَ مِنهُ .وَالمَعنَى أَنَّ استِحقَاقَ الأَجرِ بِتَقَبُّلِ العَمَلِ دُونَ مُبَاشَرَتِهِ وَالتَّقَبُّلُ كَانَ مِنهُمَا وَإِن بَاشَرَ العَمَلَ أَحَدُهُمَا .أَلَا تَرَى أَنَّ المُضَارِبَ إِذَا استَعَانَ بِرَبِّ المَالِ فِی بَعضِ العَمَلِ كَانَ الرِّبحُ بَينَهُمَا عَلَى الشَّرطِ.أَوَلَا تَرَى أَنَّ الشَّرِيكَينِ فِی العَمَلِ يَستَوِيَانِ فِی الرِّبحِ وَهُمَا لَا يَستَطِيعَانِ أَن يَعمَلَا عَلَى وَجهٍ يَكُونَانِ فِيهِ سَوَاءً وَرُبَّمَا يُشتَرَطُ لِأَحَدِهِمَا زِيَادَةُ رِبحٍ لِحَذَاقَتِهِ وَإِن كَانَ الآخَرُ أَكثَرَ عَمَلًا مِنهُ فَكَذَلِكَ يَكُونُ الرِّبحُ بَينَهُمَا عَلَى الشَّرطِ مَا بَقِیَ العَقدُ بَينَهُمَا وَإِن كَانَ المُبَاشِرُ لِلعَمَلِ أَحَدُهُمَا وَيَستَوِی إِن امتَنَعَ الآخَرُ مِنَ العَمَلِ بِعُذرٍ أَو بِغَيرِ عُذرٍ ؛ لِأَنَّ العَقدَ لَا يَرتَفِعُ بِمُجَرَّدِ امتِنَاعِهِ مِنَ العَمَلِ وَاستِحقَاقُ الرِّبحِ بِالشَّرطِ فِی العَقدِ .(المبسوط ۱۱/ ۱۷۱)

قال ملك العلماء الكاسانی رحمه الله تعالی : وَأَمَّا عِندَنَا فَالرِّبحُ تَارَةً يُستَحَقُّ بِالمَالِ وَتَارَةً بِالعَمَلِ و تَارَةً بِالضَّمَانِ عَلَى مَا بَيَّنَّا وَسَوَاءٌ عَمِلَا جَمِيعًا أَو عَمِلَ أَحَدُهُمَا دُونَ آخَرِ فَالرِّبحُ بَينَهُمَا يَكُونُ عَلَى الشَّرطِ ؛ لِأَنَّ استِحقَاقَ الرِّبحِ فِی الشَّرِكَةِ بِالأَعمَالِ بِشَرطِ العَمَلِ لَا بِوُجُودِ العَمَلِ بِدَلِيلِ أَنَّ المُضَارِبَ إِذَا استَعَانَ بِرَبِّ المَالِ استَحَقَّ الرِّبحَ وَإِن لَم يُوجَد مِنهُ العَمَلُ ؛ لِوُجُودِ شَرطِ العَمَلِ عَلَيهِ.(بدائع الصنائع ۵/ ۸۳)

قال ملك العلماء الكاسانی رحمه الله تعالی : وَإِن عَمِلَ أَحَدُهُمَا دُونَ الآخَرِ بِأَن مَرِضَ أَو سَافَرَ أَو بَطَلَ فَالأَجرُ بَينَهُمَا عَلَى مَا شَرَطَا ؛ لِأَنَّ الأَجرَ فِی هَذِهِ الشَّرِكَةِ إِنَّمَا يُستَحَقُّ بِضَمَانِ العَمَلِ لَا بِالعَمَلِ لِأَنَّ العَمَلَ قَد يَكُونُ مِنهُ وَقَد يَكُونُ مِن غَيرِهِ كَالقَصَّارِ وَالخَيَّاطِ إِذَا استَعَانَ بِرَجُلٍ عَلَى القِصَارَةِ وَالخِيَاطَةِ أَنَّهُ يَستَحِقُّ الأَجرَ وَإِن لَم يَعمَل ؛ لِوُجُودِ ضَمَانِ العَمَلِ مِنهُ وَهَهُنَا شَرطُ العَمَلِ

عَلَيهِمَا فَإذَا عَمِلَ أَحَدُهُمَا يَصِيرُ الشَّرِيكُ القَابِلُ عَامِلًا لِنَفسِهِ فِي النِّصفِ وَلِشَرِيكِهِ فِي النِّصفِ الآخَرِ وَيَجُوزُ شَرطُ التَّفَاضُلِ فِي الكَسبِ. (بدائع الصنائع ۵/۱۰۳)

﴿۳۵﴾ قال ملک العلماء الكاسانى رحمه الله تعالى : وَإِن كَانَ المَالَانِ مُتَفَاضِلَينِ وَشَرَطَا التَّسَاوِيَ فِي الرِّبحِ فَهُوَ عَلَى هَذَا الخِلَافِ أَنَّ ذَلِكَ جَائِزٌ عِندَ أَصحَابِنَا الثَّلَاثَةِ إذَا شَرَطَا العَمَلَ عَلَيهِمَا وَكَانَ زِيَادَةُ الرِّبحِ لِأَحَدِهِمَا عَلَى قَدرِ رَأسِ مَالِهِ بِعَمَلِهِ وَأَنَّهُ جَائِزٌ وَعَلَى قَولِ زُفَرَ لَا يَجُوزُ وَلَا بُدَّ أَن يَكُونَ قَدرُ الرِّبحِ عَلَى قَدرِ رَأسِ المَالَينِ (بدائع الصنائع ۵/۸۳)

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى : اذا جاء أحدهما بألف درهم والأخر بألفين واشتركا على أن الربح بينهما نصفان والعمل عليهما فهو جائز ويصير صاحب الألف فى معنى الالف فى معنى المضارب الا أن معنى المضاربة تبع لمعنى الشركة والعبرة للأصل دون التبع فلا يضرهما اشتراط العمل عليهما الخ. (منحة الخالق على هامش البحر الرائق ۵/۲۹۲) كذا فى المبسوط (۱۱/۱۴۲)

﴿۳۳،۳۶﴾ قال العلامة محمد بن محمود البابرتى رحمه الله تعالىٰ : وَيَصِحُّ أَن يَتَسَاوَيَا فِي المَالِ وَيَتَفَاضَلَا فِي الرِّبحِ .وَجُملَةُ القَولِ فِي ذَلِكَ أَنَّهُمَا إن شَرَطَا العَمَلَ عَلَيهِمَا وَشَرَطَا التَّفَاوُتَ فِي الرِّبحِ مَعَ التَّسَاوِي فِي رَأسِ المَالِ جَازَ عِندَ عُلَمَائِنَا الثَّلَاثَةِ وَيَكُونُ الرِّبحُ بَينَهُمَا عَلَى مَا شُرِطَ وَإِن عَمِلَ أَحَدُهُمَا دُونَ الآخَرِ .وَأَمَّا إذَا شَرَطَا العَمَلَ عَلَى أَحَدِهِمَا فَإِن شَرَطَا الرِّبحَ بَينَهُمَا عَلَى قَدرِ رَأسِ مَالِهِمَا جَازَ وَيَكُونُ مَالُ الَّذِي لَا عَمَلَ عَلَيهِ بِضَاعَةً عِندَ العَامِلِ لَهُ رِبحُهُ وَعَلَيهِ وَضِيعَتُهُ (العناية على هامش فتح القدير ۵/۳۹۷)

قال ملک العلماء الكاسانى رحمه الله تعالى :وَإِن كَانَ المَالَانِ مُتَسَاوِيَينِ فَشَرَطَا لِأَحَدِهِمَا فَضلًا عَلَى رِبحٍ يُنظَرُ إن شَرَطَا العَمَلَ عَلَيهِمَا جَمِيعًا جَازَ ......وَإِن شَرَطَا العَمَلَ عَلَى أَحَدِهِمَا فَإِن شَرَطَاهُ عَلَى الَّذِي شَرَطَا لَهُ فَضلَ



الرِّبحِ ؛ جَازَ وَالرِّبحُ بَينَهُمَا عَلَى الشَّرطِ فَيَستَحِقُّ رِبحَ رَأسِ مَالِهِ بِمَالِهِ وَالفَضلَ بِعَمَلِهِ (بدائع الصنائع ۵/۸۳)

﴿۳۷،۳۸﴾ قال ملک العلماء الكاسانى رحمه الله تعالى : إذَا عُرِفَ هَذَا فَنَقُولُ : إذَا شَرَطَا الرِّبحَ عَلَى قَدرِ المَالَينِ مُتَسَاوِيًا أَو مُتَفَاضِلًا فَلَا شَكَّ أَنَّهُ يَجُوزُ وَيَكُونُ الرِّبحُ بَينَهُمَا عَلَى الشَّرطِ سَوَاءٌ شَرَطَا العَمَلَ عَلَيهِمَا أَو عَلَى أَحَدِهِمَا وَالوَضِيعَةُ عَلَى قَدرِ المَالَينِ مُتَسَاوِيًا وَمُتَفَاضِلًا ؛ لِأَنَّ الوَضِيعَةَ اسمٌ لِجُزءٍ هَالِكٍ مِنَ المَالِ فَيَتَقَدَّرُ بِقَدرِ المَالِ (بدائع الصنائع ۵/۸۳)

﴿۳۹﴾ قال الامام السرخسى رحمه الله تعالىٰ : وان اشترطا العمل على صاحب الألفين لم تجز الشركة لأن العامل شرط لصاحبه جزأ من ربح ماله من غير أن يكون له فيه رأس مال أو عمل وذلک باطل فان استحقاق الربح باعتبار العمل والمال أو العمل أو الضمان ولم يوجد شئ من ذلک لصاحب الألف فى مال صاحب الألفين فكان اشتراطه جزأ من الربح له باطلا والربح بينهما على قدر رؤوس أموالهما لأن العامل لم يطمع فى شئ من ربح مال صاحب الألفين حين لم يشترط شيئاً من ذلک لنفسه(المبسوط للامام السرخسى ۱۲/۱۴۲)

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى : ولو شرطا الربح للدافع اكثر من رأس ماله لا يصح الشرط ويكون مال الدافع عند العامل بضاعة لكل واحد منهما ربح ماله والوضيعة بينهما على قدر رأس مالهما أبدا.(الشامية ۶/۴۷۹)

﴿۴۰﴾ قال الامام السرخسى رحمه الله تعالى : (وإن اشترطا الربح نصفين والوضيعة على رأس المال والعمل عليهما جاز ذلک ) ........... وكذلک إن اشترطا العمل على صاحب الألف . ووجه الجواز هنا أبين لأن صاحب الألفين دفع إليه ماله ليعمل فيه بسدس الربح فإن المشروط له نصف الربح ثلث الربح حصة رأس ماله وسدسه إلى تمام النصف يستحق من مال صاحبه بعمله فيه

واشتراط العمل على المضارب يصحح المضاربة ولا يبطلها فإن قيل : إذا كان يعمل هو فى شىء شريك فكيف يستوجب عوض عمله على شريكه قلنا : استحقاق الربح بطريق الشركة لا بطريق الإجارة ولهذا لا يشترط فيه تسمية مقدار العمل ولا بيان المدة والعامل فيما هو شريك فيه لا يستوجب الأجر لأن استحقاق الأجر بنفس العمل فإذا العامل فيما هو شريك فيه يستحق الربح بالشرط فى عقد صحيح (المبسوط للامام السرخسى ۱۲/۱۷۲)

﴿۴۱﴾ قال العلامة المحقق ابن الهمام رحمه الله تعالىٰ :قوله (ويصح ان يتساويا فى المال ويتفاضلا فى الربح) وَقَولُهُ وَيَتَفَاضَلَا إلَخ لَيسَ عَلَى إطلَاقِهِ بَل ذَلِكَ فِيمَا إذَا شَرَطَا العَمَلَ عَلَيهِمَا سَوَاءٌ عَمِلَ أَو عَمِلَ أَحَدُهُمَا أَو شَرَطَاهُ عَلَى مَن شَرَطَ لَهُ زِيَادَةَ الرِّبحِ وَإِن شَرَطَا العَمَلَ عَلَى أَقَلِّهِمَا رِبحًا لَا يَجُوزُ (فتح القدير ۵/۳۹۷)

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى : قوله و (مع التفاضل فى المال دون الربح وعكسه)..........وقوله "وعكسه" أى : بأن يتساوى المالان ويتفاضلا فى الربح لكن هذا مقيد بأن يشترطا الأكثر للعامل منهما أو لأكثرهما عملا أما لو شرطاه للقاعد أو لأ قلهما عملا لا يجوز الخ (رد المحتار ۶/۴۷۸)

﴿۴۲﴾ قال الملك العلماء الكاسانى رحمه الله تعالى :وَإِن كَانَ المَالَانِ مُتَسَاوِيَينِ فَشَرَطَا لِأَحَدِهِمَا فَضلًا عَلَى رِبحٍ يُنظَرُ إن شَرَطَا العَمَلَ عَلَيهِمَا جَمِيعًا جَازَ .........وَإِن شَرَطَاهُ عَلَى أَقَلِّهِمَا رِبحًا لَم يَجُز ؛ لِأَنَّ الَّذِى شَرَطَا لَهُ الزِّيَادَةَ لَيسَ لَهُ فِى الزِّيَادَةِ مَالٌ .وَلَا عَمَلٌ وَلَا ضَمَانٌ ؛ وَقَد بَيَّنَّا أَنَّ الرِّبحَ لَا يُستَحَقُّ إلَّا بِأَحَدِ هَذِهِ الأَشيَاءِ الثَّلَاثَةِ (بدائع الصنائع ۵/۸۳)

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى :وَفِى النَّهرِ : اعلَم أَنَّهُمَا إذَا شَرَطَا العَمَلَ عَلَيهِمَا إن تَسَاوَيَا مَالًا وَتَفَاوَتَا رِبحًا جَازَ عِندَ عُلَمَائِنَا الثَّلَاثَةِ خِلَافًا لِزُفَر.......... وَلَو شَرَطَا الرِّبحَ لِلدَّافِعِ أَكثَرَ مِن رَأسِ مَالِهِ لَا يَصِحُّ الشَّرطُ وَيَكُونُ



مَالُ الدَّافِعِ عِندَ العَامِلِ بِضَاعَةً لِكُلٍّ وَاحِدٍ مِنهُمَا رِبحُ مَالِهِ وَالوَضِيعَةُ بَينَهُمَا عَلَى قَدرِ رَأسِ مَالِهِمَا أَبَدًا هَذَا حَاصِلُ مَا فِى العِنَايَةِ (رد المحتار ۶/۴۷۸،۴۷۹)

﴿۴۳﴾ قال العلامة الحصكفى رحمه الله تعالى : دفع لآخر مالا أقرضه نصفه وعقد الشركة فى الكل فشرى أمتعة فطلب رب المال حصته إن لم يصبر لنضه أخذ المتاع بقيمة الوقت.

قال العلامة الشامى رحمه الله تعالى : قوله (وطلب رب المال حصته) أى مما كان من الشركة والمراد انه طلب مال القرضه ........... والظاهر انه مقيد برضا شريكه الخ

قال العلامة الرافعى رحمه الله تعالى : (قوله والمراد انه طلب مال القرضة الخ ) المتبادر من لفظ حصته ومن قول : المنح، أى : مما كان الخ ان المراد حصته من مال الشركة ولا ينافى ذلك ما فى الينابيع فانه يراعى كل من وقت الشراء ووقت البيع لمعرفة الربح تأمل.(الشامية ۶/۵۰۵،۵۰۶)

﴿۴۴﴾ قال العلامة الحصكفى رحمه الله تعالى : وشرطها أى شركة العقد كون المعقود عليه قابلا للوكالة فلا تصح فى مباح كاحتطاب وعدم ما يقطعها كشرط دراهم مسماة من الربح لاحدهما لانه قد لا يربح غير المسمى (الشامية ۶/۴۶۸)

قال العلامة الحصكفى رحمه الله تعالى : وتفسد باشتراط دراهم مسماة من الربح لاحدهما لقطع الشركة كما مر لا لانه شرط لعدم فسادها بالشروط وظاهره بطلان الشرط لا الشركة.بحر ومصنف.قلت: صرح صدر الشريعة وابن الكمال بفساد الشركة ويكون الربح على قدر المال.

قال العلامة الشامى رحمه الله تعالى :وَبَيَانُ القَطعِ أَنَّ اشتِرَاطَ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ مَثَلًا مِن الرِّبحِ لِأَحَدِهِمَا يَستَلزِمُ اشتِرَاطَ جَمِيعِ الرِّبحِ لَهُ عَلَى تَقدِيرِ أَن لَا يَظهَرَ

ربح إلا العشرة والشركة تقتضي الاشتراك في الربح وذلك يقطعها فتخرج إلى القرض أو البضاعة كما في الفتح . قوله : لا ؛ لأنه شرط إلخ يعني أن علة الفساد ما ذكر من قطع الشركة وليست العلة اشتراط شرط فاسد فيها ؛ لأن الشركة لا تفسد بالشروط الفاسدة والمصرح به أن هذه الشركة فاسدة فقوله قلت : إلخ تأييد لقوله لا ؛ لأنه شرط إلخ . وأما قوله وظاهره : أي ظاهر قوله لعدم فسادها بالشروط فلا محل له للاستغناء عنه بما قبله قوله : ويكون الربح على قدر المال أي وإن اشترط فيه التفاضل ؛ لأن الشركة لما فسدت صار المال مشتركا شركة ملك والربح في شركة الملك على قدر المال وسيأتي في الفصل أنها لو فسدت وكان المال كله لأحدهما فللآخر أجر مثله

(الشامية ٦/٣٨٤، ٣٨٥)

﴿٤٥﴾ قال الامام السرخسي رحمه الله تعالىٰ : وإذا جاء أحدهما بألف درهم والآخر بألفي درهم فاشتركا على أن الربح والضيعة نصفان فهذه شركة فاسدة ومراده أن شرط الوضيعة نصفين فاسد لأن الوضيعة هلاك جزء من المال فكأن صاحب الألفين شرط ضمان شيء مما يهلك من ماله على صاحبه وشرط الضمان على الألفين فاسد ولكن لا يبطل بهذا أصل العقد لأن جواز الشركة باعتبار الوكالة والوكالة لا تبطل بالشروط الفاسدة وإنما تفسد الشروط وتبقى الوكالة فكذا هذا فإن عملا على هذا فوضعا فالوضيعة على قدر رؤوس أموالهما لأن الشرط بخلافه كان باطلا وإن ربحا فالربح على ما اشترطا لأن أصل العقد كان صحيحا واستحقاق الربح بالشرط في العقد فكان بينهما على ما اشترطا (المبسوط للسرخسي ١١/١٧١، ١٧٢)

قال العلامة الشامي رحمه الله تعالى ولا خلاف أن اشتراط الوضيعة بخلاف قدر رأس المال باطل، واشتراط الربح متفاوتا عندنا صحيح فيما



سيذكر (رد المحتار ٦/٣٦٩)

﴿٤٦﴾ قال الملك العلماء الكاساني رحمه الله تعالى : والأصل أن الربح إنما يستحق عندنا إما بالمال وإما بالعمل وإما بالضمان أما ثبوت الاستحقاق بالمال فظاهر ؛ لأن الربح نماء رأس المال فيكون لمالكه ولهذا استحق رب المال الربح في المضاربة وأما بالعمل فإن المضارب يستحق الربح بعمله فكذا الشريك . وأما بالضمان فإن المال إذا صار مضمونا على المضارب يستحق جميع الربح ويكون ذلك بمقابلة الضمان خراجا بضمان بقول النبي عليه الصلاة والسلام الخراج بالضمان فإذا كان ضمانه عليه كان خراجه له والدليل عليه أن صانعا تقبل عملا بأجر ثم لم يعمل بنفسه ولكن قبله لغيره بأقل من ذلك طاب له الفضل ولا سبب لاستحقاق الفضل إلا الضمان فثبت أن كل واحد منهما سبب صالح لاستحقاق الربح فإن لم يوجد شيء من ذلك لا يستحق بدليل أن من قال لغيره : تصرف في ملكك على أن لي بعض ربحه ؛ لم يجز ولا يستحق شيئا من الربح لأنه لا مال ولا عمل ولا ضمان

(بدائع الصنائع ٥/٨٢، ٨٣)

﴿٤٧، ٤٨﴾ قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى : وشرطها أي شركة العقد كون المعقود عليه قابلا للوكالة فلا تصح في مباح كاحتطاب وعدم ما يقطعها كشرط دراهم مسماة من الربح لاحدهما لانه قد لا يربح غير المسمى

(الشامية ٦/٣٦٨)

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى : وتفسد باشتراط دراهم مسماة من الربح لاحدهما لقطع الشركة كما مر لا لانه شرط لعدم فسادها بالشروط وظاهره بطلان الشرط لا الشركة . بحر ومصنف . قلت: صرح صدر الشريعة وابن الكمال بفساد الشركة ويكون الربح على قدر المال.

قال العلامة الشامي رحمه الله تعالى :وَبَيَانُ القَطعِ أَنَّ اشتِرَاطَ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ مَثَلًا مِن الرِّبحِ لِأَحَدِهِمَا يَستَلزِمُ اشتِرَاطَ جَمِيعِ الرِّبحِ لَهُ عَلَى تَقدِيرِ أَن لَا يَظهَرَ رِبحٌ إِلَّا العَشَرَةُ وَالشَّرِكَةُ تَقتَضِي الِاشتِرَاكَ فِي الرِّبحِ وَذَلِكَ يَقطَعُهَا فَتَخرُجُ إِلَى القَرضِ أَو البِضَاعَةِ كَمَا فِي الفَتحِ . قَولُهُ : لَا ؛ لِأَنَّهُ شَرطٌ إلَخ يَعنِي أَنَّ عِلَّةَ الفَسَادِ مَا ذُكِرَ مِن قَطعِ الشَّرِكَةِ وَلَيسَت العِلَّةُ اشتِرَاطَ شَرطٍ فَاسِدٍ فِيهَا ؛ لِأَنَّ الشَّرِكَةَ لَا تَفسُدُ بِالشُّرُوطِ الفَاسِدَةِ وَالمُصَرَّحُ بِهِ أَنَّ هَذِهِ الشَّرِكَةَ فَاسِدَةٌ فَقَولُهُ قُلت : إلَخ تَأيِيدٌ لِقَولِهِ لَا ؛ لِأَنَّهُ شَرطٌ إلَخ .وَأَمَّا قَولُهُ وَظَاهِرُهُ : أَي ظَاهِرُ قَولِهِ لِعَدَمِ فَسَادِهَا بِالشُّرُوطِ فَلَا مَحَلَّ لَهُ لِلِاستِغنَاءِ عَنهُ بِمَا قَبلَهُ قَولُهُ : وَيَكُونُ الرِّبحُ عَلَى قَدرِ المَالِ أَي وَإِن اُشتُرِطَ فِيهِ التَّفَاضُلُ ؛ لِأَنَّ الشَّرِكَةَ لَمَّا فَسَدَت صَارَ المَالُ مُشتَرَكًا شَرِكَةَ مِلكٍ وَالرِّبحُ فِي شَرِكَةِ المِلكِ عَلَى قَدرِ المَالِ وَسَيَأتِي فِي الفَصلِ أَنَّهَا لَو فَسَدَت وَكَانَ المَالُ كُلُّهُ لِأَحَدِهِمَا فَلِلآخَرِ أَجرُ مِثلِهِ .(الشامية ۳۸۴/۶، ۳۸۵)

﴿۴۹﴾ قال في الهنديه:شراء ما لم يره جائز كذا في الحاوي .........من اشترىٰ شيئاً لم يره فله الخيار اذارآه ان شاء اخذ بجميع الثمن وان شاء سواء رآه على الصفة التي وصفت له او على خلافها كذا في فتح القدير.

(الهنديه ۵۷/۳، ۵۸ ط:رشيديه)

و فيه ايضاً :خيار العيب يثبت من غير شرط كذا في سراج الوهاج ،واذااشترىٰ شيئاً لم يعلم بالعيب وقت الشراء ولا علمه قبله والعيب يسير او فاحش فله الخيار ان شاء رضي بجميع الثمن وان شاء ردّه كذا في شرح الطحاوي.(الهنديه ۶۶/۳ ط:رشديه)

و فيه ايضاً:ويصح البيع بشرط الخيار لاحد العاقدين اولهما جميعاً عندنا وكذا خيار الشرط لاجنبي جائز عندنا كذافي فتاوىٰ قاضيخان ......فعند ابي حنيفه رحمه الله تعالى لا يجوز اكثر من ثلاثة ايام.(الهنديه ۳۸/۳ ط:رشيديه)



﴿۵۰﴾قال العلامة المرغيناني رحمه الله تعالىٰ:واذا اطلع المشترى على عيب في المبيع فهوبالخياران شاء اخذه بجميع الثمن وان شاء رده لأن مطلق العقد يقتضي وصف السلامة فعند فواته يتخيّر كيلايتضرّربلزوم مالايرضىٰ به وليس له ان يمسكه ويأخذ النقصان لأنّ الأوصاف لايقابلهاشيءٌ من الثمن في مجردالعقدولأنه لم يرض بزواله عن ملكه بأقل من المسمّىٰ فيتضرّربه ودفع الضررعن المشترى ممكن بالرّد بدون تضرّره.(هداية،۳۲/۲،ط:رحمانيه)

و قال رحمه الله تعالىٰ ايضاً:من باع عبداًوشرط البراءة من كل عيب فليس له ان يردبعيب وان لم يسم العيب بعددهاوقال الشافعي رحمه الله تعالىٰ لايصحّ البراءة بناءً علىٰ مذهبه ان الابراء عن الحقوق المجهولة لايصحّ.......ولنا ان الجهالة في الاسقاط لاتفضي الى المنازعة وان كان في ضمنه التمليك لعدم الحاجة الى التسليم فلا تكون مفسدة الخ......(هداية،۵۰/۲،رحمانيه)

و قال رحمه الله ايضاً:واذا اشترى الرجلان غلاماًعلىٰ انّهمابالخيار فرضي احدهما فليس للآخران يرده عند ابي حنيفةوقالا ان يرده وعلى هذاالخلاف خيارالعيب وخيارالرؤية لهماان اثبات الخيارلهمااثباته لكل واحدمنهما فلا يسقط باسقاط صاحبه لما فيه من ابطال حقه.......

و من اشترىٰ شيئاًلم يره فالبيع جائزوله الخيار اذا رآه ان شاء اخذه بجميع الثمن وان شاء ردّه......ولنا قوله عليه السلام من اشترى شيئالم يره فله الخيار اذا رآه ولأنّ الجهالة بعدم الرؤية لاتفضي الى المنازعة لانه لولم يوافقه يردّه فصاركجهالةالوصف في المعاين المشار اليه،وكذا اذاقال رضيت ثم رآه له ان يردّه لان الخيار معلق بالرؤية لما روينا فلا يثبت قبلها وحق الفسخ بحكم انه عقد غير لازم لابمقتضى الحديث ولأن الرضا بالشيء قبل العلم باوصافه لايستحق فلا يعتبر قوله رضيت قبل الرؤية بخلاف قوله رددت.(هداية،۳۶/۲،۳۷، ط:رحمانيه)

# کتاب ملنے کے رابطے

ٹائرز مارکیٹ کے احباب کو رعایتی قیمت پر کتاب ''مسلمان تاجر'' ٹائرز مارکیٹ ہی میں بآسانی درج ذیل احباب سے مل سکتی ہے۔

(۱) مولانا محمد الطاف صاحب (0300-9207339)

(۲) محترم جناب محمد اسحاق صاحب (0300-8985577)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆



# جامعہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم

مدنی کالونی ہاکس بے روڈ ماریپور گریکس کراچی سے کتاب ''مسلمان تاجر'' کے حصول کے لئے

ماسٹر رضوان احمد (0333-2117851) سے رابطہ کریں۔

# حضرت مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب کی چند کتابیں

- پانچ مسائل (متعلق بریلویت)
- غیر مقلدین کا اصلی چہرہ ان کی اپنی تحریرات کے آئینہ میں
- تراویح، فضائل، مسائل، تعداد رکعت
- حیلۂ اسقاط اور دعا بعد نمازِ جنازہ
- اولاد اور والدین کے حقوق
- قربانی اور عیدین کے ضروری مسائل
- امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ذہانت کے دلچسپ واقعات
- احکام حیض ونفاس واستحاضہ مع حج وعمرہ میں خواتین کے مسائل مخصوصہ
- درس ارشاد الصرف
- طلاق ثلاث
- منفرد اور مقتدی کی نماز اور قرآءۃ کا حکم
- خواتین کا اصلی زیور ستر اور پردہ ہے
- عباد الرحمٰن کے اوصاف
- اصلی زینت
- استشارہ (مشورہ) واستخارہ کی اہمیت
- آٹھ مسائل
- مسائلِ رمضان المبارک
- تقویٰ کے چار انعامات
- ڈیجیٹل تصویر اور ٹی وی چینل
- اسلام کی حقیقت اور سنت وبدعت کی وضاحت

ناشر
جامعہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم
مدنی کالونی، گریکس ماری پور، ہاکس بے روڈ، کراچی
فون: 021-38259811 موبائل: 0333-2226051